

إِنَّ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لَيَسْجَرًا • يَكُ اللَّعْنَةُ عَلَىٰ مَن يَدَّوْا أَشْرَهُنَّ

# قرآنی جواہر پائے

خلیل

مکمل افادات غیر مطبوعہ

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی مفتی قرآن دیوبند (دیوبند)

مترتبہ

استاد العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوٹر گریٹ ملتان ۲۲۸۲۱

فون نمبر

إِنَّ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لَسِحْرًا • بیک بعض بیان ہمارا اثر ہوتے ہیں

# قرآنی خواہر پائے

تحلیل

مکمل افادات غیر مطبوعہ

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی مفسر قرآن دیوبند (یو۔ پی۔)

مُرتبہ

استاد العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتاب خانہ مجیدیہ بیرون بوٹر گریٹ ملتان ۴۳۸۴۱  
فون نمبر

بِجَلِّهِ حَقُّوْنَ بِحَقِّ نَاشِرٍ مَحْفُوْظٍ هَیْ

طبع اول

شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ۔ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ

کتاب	قرآنی حواہد پارے
اشارات	شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
مترجم	مولانا محمد عبدالقادر کاشفی مدنی
کتابت	محمد عبدالستار کاشفی
علامت	پہچان تہ مطبوعات
تعداد	ایک ہزار نسخہ
قیمت	

پیش کے چتے

- ۱۔ کتاب نمبر ۶۹ مسلم فقہی شیعہ خان بکھری روڈ ملتان شہر۔
- ۲۔ "القاسم" ۲۹۴-۶۰ ڈک روڈ شاہد کی عظم کاؤلی ملتان شہر۔
- ۳۔ دکن کتب خانہ، آئی۔ بی۔ پیٹل روڈ، نزد غیر احمد اسس مدنی شہر۔
- ۴۔ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار روبرو پولیس۔

© ۲۰۱۵ Toobaa-elibrary.blogspot.com



اس کی طاقت کی بہت نہ ہوتی۔

تو کائنات علیٰ اشراف دونوں باپ بیٹا نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ امید یکے کنار اور دوسرے  
قدردانی کرتے ہوئے اس کی اشاعت میں مکمل تعاون فرمائیں گے۔ اشراف نے ہماری مساعی جلیلہ کو  
قبول کرتے ہوئے اسے ذخیرہ اخوت بنائے۔ آمین ✽ آمین ✽ آمین ✽  
آزیت صحت کی دعا ہے۔

ابن الہمام  
مُعَذِّمُ الْفَاوِزِ قَانِیْنِ  
فاضل دیوبند



اور میرے پرچا گیا تو انہوں نے اپنی مصروفیت یہاں کی کہ میں صلاہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ لَا تَشْتَوُوا الْإِسْلَامَ حَتَّىٰ يَكُونَ لَكُمْ سُبُوحٌ وَنُكْرٌ وَكُنُوزٌ وَأَعْنَافٌ۔ اب قرآن مجید کے شروع کر کے کئے گئے بہت سے کرنی پہنچے کہ جتنے خیالات و افکار ہیں میں ان کو بوائے طاق کہہ کر ان کی روشنی میں لکھنا چاہیے۔ کیوں کہ کوئی دانت، کوئی ٹکڑ، کوئی اجتہاد، اجتہاد نہیں۔ مگر صرف ایک قرآن ہی ہے کہ جس کے لکھنے والے کے علم ہی عقل کا شاہی ہے جس اور سے کئے والے ایسا تر شرف ہے کہ جس کے عقل فرمایا گیا اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ۔ قرآن ایک بزرگ فرشتہ کی طرف سے ہے۔ جس پر فرمایا گیا اس کا یہ حال ہے۔ مَا تَشْتَوِي مَا حَبَلَ أَحَدٌ بِهٖ اَنْ يُصْلِحَ مَا فُسِدَ عَنْهُ اَوْ يَنْبِذَ مَا تَدْبَرُ۔ آپ کے اندر پائیل پر جس کا کوئی کوئی خیانت و خیون نہ پائی گئی اور یہ منزل ہے ایسا ہے کہ اس پر کوئی عقل اور نقصان کا احتمال تک بھی نہیں تو اس کوئی پر پر رکھنا چاہیے ایسا ہے جذبات کو اس کے تاج کی طرح چاہیے۔ جیسے ہر کسی عقل کے لئے صواب کا جذبہ تھا اور حد میں کے دن ذرا کشمکش ہونے لگی۔ اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ لِيُذَكِّرَ الَّذِیْنَ اٰتَيْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ۔ صلح حدیبیہ کے وقت اشارے اپنی ایمانی پر سیکڑے نالوں کی فکر و ایمانی میں اور قرآن حاصل کر لیں۔

۲۔ سورۃ فاتحہ اگرچہ مختصر ہے مگر مضامین عظیمہ اور اہم مقام پر مشتمل ہے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو فرمایا کہ میں تم کو ایک سورۃ میں دجائوں کہ جو عظیم سورۃ ہے پناہ چاہو آپ نے فرمایا۔ هٰذَا الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔ دو سات بار دہرائی جانے والی آیات کا مجموعہ اور قرآن عظیم کا خلاصہ ہے۔ آپ نے اسی سورۃ کا شیخ مشافعی اور قرآن عظیم فرمایا۔ کیونکہ غفلت بہ اعتبار کیفیت و اوصاف کے ہوتی ہے مگر مضمون پر باعتبار مقدار کے ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ قرآن عظیم ہے۔ اس کے لئے نام میں اس میں سے ایک "اُمّ القرآن" اور "اُمّ الکتاب" اور "اُمّ الخزانہ" ہے۔ اُمّ القرآن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "اُمّ" بہ اعتبار اصل عربی کے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو جامع الامور ہو اور اہل بیت "مقدم" ہو اور اس کے لئے "نوائج" ہوں۔ جو کہ اس کے پیچھے آئیں۔ "مخفی" ہو جس نے یہ بیان کیے ہیں۔ چنانچہ والدہ کا "اُمّ" بھی اس لئے کہا جاتا ہے۔ مگر امام راغب اصفہانی نے اس لئے کہیں کہ "اُمّ" ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ کسی دوسری چیز کے وجود کی ذریت کی یا اصل کی بنیاد یا اصل کا سہارا ہو۔ عام طور پر اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ فاتحہ ترتیب صحیفہ کے اعتبار سے مقدم ہے اور تلاوت و تلاوة

ہر ایک مقصد ہوتی ہے۔ اس لئے اسے "مقام مقصد" کہتے ہیں مگر وہ کافی نہیں کہیں کہ "مقام" کو کہتے ہیں وہ  
 مفہوم کہتے ہیں کہ قرآن مجید حقائق و مفاسد پر مشتمل ہے۔ اس سب کا ترجمہ ہی مقصد ہے۔ جیسے عقلی سے درخت کا  
 نشہ و خمار ہوتا ہے۔ مگر انکم و عوام اہل ہر دور و وقت اور ہر تعلیمی مقام کے اس میں اپنے مقاصد و حقائق قرآنی کی  
 بہرہ ور ہوتے ہیں اس کی کچھ مثالیں یہ ہیں۔ قرآن کی ایک اصول و مفاسد کے انواع میں یہ وہ مشتمل ہے۔ وہ وہ ہیں  
 "ضرورت قرآن" یعنی تمام دنیا کو اس کی ضرورت ہے۔ اس کا اثبات۔ قرآن ایک ایسی ہے مگر وہی کا کلمہ  
 قرآن مجید پر نہیں ہے۔ جیسے کتب سابقہ ساری۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہی کو جو کلام ہے۔ اس کی  
 انسانوں کا ضرورت ہے۔ اس کا وقت اس پر ہے کہ انسان کی فطرت کو جو کلام عالم پر نظر ثانی کرنے اور اس سے  
 پتہ چلے کہ فطرت انسانیت کس پر کی تعلق ہے۔ اس فطرت میں سے بعض فطرت میں اور بعض فطرت میں تو  
 جنہوں فطرت ہے اس پر اگر نظر ثانی کرنے سے اس سے معلوم ہو کہ کسے کسے ہیں سے ہر ایک کو اور اس کی ضرورت ہے  
 جیسے زمین، بارش و غیرہ مگر صرف ایک نوع انسان ہے کہ وہ دوسروں سے کام تو لیتے ہیں مگر یہ کس کس کام  
 نہیں آتا کہ انسان کے لئے بدلے سے نہیں سمجھ دینا کہ اس سے کافی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر انسان ہر اور  
 اشتیاء نہ ہوں۔ پہلے تو انسان نہ انسان نہیں ہو سکتا اگر ہے گا تعلیم اور تربیت میں وہ کہ

الغرض یہ تمام فطرتوں میں ہر ایک کو ضرورت کے کام آتی ہے۔ اگر ایک انسان ہے کہ وہ خدمت آیت  
 ہے۔ مگر کسی کی خدمت کرتا نہیں۔ اپنے خدمت میں آتا تو اپنی قدرت سے ہے یا قدرت خداوندی کی وجہ سے  
 اس کے کام آتی ہے۔ جیسے غرض و قدر و ہر ایک کہ "وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ إِنْ تَعْلَمُونَ" ہے  
 کہ کہ ہے۔ جہاں سے ہے سورج اور چاند کو اور باد و غیرہ کا تو جب یہ فطرت کے کام کا نہیں اور اس کے  
 دوسری ایک فطرت ہے۔ تو وہ وہ اس کے کام لے گا۔ اگر اس کی خدمت کہے تو باقی ہر ایک فطرت کا  
 فطرت و فطرت ہر ایک فطرت میں وہ کام کا فطرت کا چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے تعلیم ہوتی اس کے فطرت میں ہر ایک  
 چیز پر فطرت مگر ایک چیز نہیں فطرت جس اس انسان کی وجہ سے ہو سکتی فطرت۔ اس سے پتہ چلا گیا۔ اور ہر ایک کی  
 وجہ سے ہر ایک فطرت فطرت ہو جائے تو وہ وہ اس کے فطرت کا فطرت کیا جائے۔ مگر وہ معلوم نہیں ہو سکتے  
 تھے۔ جب تک کہ وہ ذات خدا کا اظہار نہ کرے۔ اس کے اظہار کی ایک فطرت ہے کہ ہر ایک کا ایک  
 ایک بتائے۔ یہ تو فطرت کی فطرت و فطرت کے خلاف ہے۔ اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ پہلے کسی فطرت کے  
 فطرت سے اپنے فطرت اور فطرت فطرت کا اظہار کر دے۔ یہ کہ ہر فطرت فطرت کہ ایک انسان فطرت ہے۔



اور اس کی مثال انکو کی طرح ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے دانشور کی ضرورت تھی کہ جس میں دیکھنے میں وہ عقل  
 اور اوراد رکھ سکے۔ جیسے علوم و فنون مختلفہ کی صورت و طرح کے لئے قانون حکمت کی ضرورت ہے اور ایسے ہی  
 انکوارات عقل کی ضرورت ہے۔ طریقہ کہ سب قانون ایسے ہی کہ وہ عام و خاص سے پہلے کا ذریعہ تو ہیں مگر معلوم  
 اور وہ علم نہیں۔ کیوں کہ ان میں بہت اختلاف ہے۔ اور ان کے عقل بہت سی لطائف جو ہوتی ہیں مگر عقل  
 زیادہ ہی وضاحتی اسباب نہیں ہے۔ میں میں عقل کوئی چنداں خطا نہیں مگر صورت حق تبارے میں تو ایسے قانون کی  
 ضرورت ہے کہ وہ عام اور معلوم جو تو وہ بغیر ہی کے اور کوئی چیز نہیں۔ کیوں کہ وہ عام و معلوم ہے جو میں  
 ذات ہے کہ عقل و قادر ہے اور جس پر نازل ہوئی۔ وہ جس پر اس لئے انکار (موجب سے پاک ذات ہے) وغیرہ  
 تو عقل کو دانشور کی ضرورت تھی اس لئے ہادی تبارے نے انعام حجت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور  
 کتب سابقہ کو نازل کیا گیا۔ اس زمانہ کے طبائع اور امور کے موافق اور مطابق نازل کیا گیا۔ مگر اس قانون کی  
 حفاظت کا ذریعہ نہیں اٹھایا گیا۔ ان کے حق میں فرمایا گیا کہ وہ حافظ بنائے گئے۔ اپنے آپ کو ذریعہ نہیں بنایا۔  
 بندہ کی ذریعہ ہادی چون کہ ناقص ہے۔ اس لئے وہ مخلوق نہیں رہ سکتی۔ لیکن قرآن مجید کے مطلق اس کی  
 حفاظت کا ذریعہ کیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ ان سابقہ کتب کو باقی رکھنا مقصود نہ تھا۔ کیوں کہ اگر مقصود ہوتا تو پھر  
 اور کتاب کے قول کی کیا ضرورت تھی مگر علم انہی میں تھا کہ علم میں ترقی ہونے والی ہے۔ ان کے قوی کرے  
 وغیرہ علم آج پر ہو گئے۔ اس لئے ان کے طبائع کے مطابق نازل کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انسانی عقل کو  
 تربیت دی گئی ہے۔ اور انہیں علم شہاب تک پہنچایا گیا ہے۔ ان کے لئے کتب و کتابت کو دیکھ لیجئے کہ اگر اس  
 زمانہ میں ان میں سے کسی کے عقل کو کہا جاتا تو وہ اندازہ لگا لیتا۔ جیسے انسان کی ابتدائی فکر کو دیکھا جائے کہ  
 تدبیر کی ترقی کی وجہ سے لباس وغیرہ میں ترقی و تبدیلی ہو تاکہ بہتر ہے۔ مگر وہ جب علم شہاب پر پہنچ جاتے۔  
 تو اگر اس کے لئے ایک ایسا لباس بنایا جائے جو پٹا اور پافان ہو۔ تو اس کے لئے اور لباس کی ضرورت  
 نہیں۔ ایسے ہی نوع انسان کی تدبیر کی ترقی کا حال ہے کہ باقی کتب اس کے ابتدائی زمانہ کے لئے تھیں۔ مگر  
 ایک دنیا قانون جو اس کے لئے بڑھاپے اور موت تک کام آئے۔ وہ صرف قرآن ہے۔

چنانچہ بڑے بڑے عقل مند اگرچہ ان کا مذہب وہ ہے۔ اس لئے پروردگار کی اگر کوئی مذہب حق  
 ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہو سکتا ہے۔ تو جب علم کی ترقی علم ہادی تعالیٰ میں کامل پہنچ گئی تو ایک قانون بنایا  
 گیا اور نظریات میں سے ایک فرقہ کا جو مغرور ہی تھا۔ اس نے صوبہ کرام کو علم دیا کہ طرف سے گیا۔ چنانچہ

ہندوستان میں قیام و عمارت کے وقت لگانے میں نے اپنے گورنر اور وزراء کو نصیحت کیا کہ "اگرچہ میں نے اس کے  
 ہاں بادشاہ و حضرت امیر، فرماں بردار، و ایک اعلیٰ نمونہ کا اور ضروری قاعدہ و کتاب بھیجی ہے  
 کہ جتنے قوانین بشرطہ ان کی کتاب سابقہ میں تھے، ان کو اس میں جمع کر دیا گیا، چنانچہ یہ وہایت نقل کی گئی ہے کہ  
 ایک مختصر پارہ منتخب تھیں، بلکہ وقت کی مصیبت و انقلاب میں ان کو اس عالم دنیا کے قانون میں جمع کر دیا گیا ہے  
 یہ دیکھنا چاہیے کہ جس میں اس میں مطامع کہ قانون انہیں ہے۔ اور اس کے عباد کے امور و استیوار میں  
 اختیار کا طریقہ یہ ہے کہ جو کام کوئی آدمی کرے اس کے مقابلہ و سرکار کر سکتا ہے، بلکہ اس سے بھی ترقی کر جاتا  
 ہے۔ مگر عباد کے کام ایسے ہیں کہ اگر امتداد عالم سے لے کر انتہا عالم کے لوگ جمع ہو جائیں تو خدا کی  
 زمین میں چر پیرا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہماری کتاب نے آپ فرمایا۔

إِنَّمَا خَلَقَ النَّسُوبَ وَالْأَرْبَابَ وَاخْتَلَفَ الْجِلْدَ وَالْقَلْبَ وَالْبَصِيرَةَ  
 فَخَيْرُهُمْ فِي التَّحْسِينِ (پیشہ و صفت و جہ و عباد)

ترجمہ: تحقیق انسانوں اور انہیں کے پیدا کرنے میں امتداد اور دل کے آئے جانے میں اور کشتیوں  
 جہازوں میں جو صفت دیں چلتے ہیں، بڑی کشائیاں ہیں۔

تو ایسے اس کے کام کہ وہ سروں کے کام سے پہلے ہیں۔ ایسے ہی اس کے کام کہ وہ سروں کے  
 کام سے پہلے جاتے گا۔ چنانچہ قرآن مجید کی کہ اس کی طرف ہے تو ایک پھر مٹی سے تیار کیے گئے  
 نہیں دیکھتے۔ مگر بڑے بڑے اُردا رہتے۔ اور اب بھی جنت و قہر میں اُردا رہتے ہیں۔ مگر ایسے  
 کام کے لئے سے عاجز ہیں تو قرآنی طور پر اسے کام لاشہ کہا جاتے گا۔ اور اس کی جہیں ضرورت تھی۔  
 جس سے موقوفات انہیں دلی رضایت معلوم ہو سکتے ہیں۔ قرآن میں متعدد کے لئے قائل ہوا ہے۔ ان کے  
 احوال دیکھیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے افعال اور نوید کا بیان جیسے ایمان کہا جاتے۔ یعنی  
 صرف ان کے صفات میں کی وجہ سے ذات باری تعالیٰ تمام صفات کا ایک کے ساتھ سمجھتی ہے۔ اگر ذات باری  
 کو تمام صفات کا ایک کا سمجھنا جاتے۔ تو نفوذ و شہادت اس میں نقص لازم آئے گا۔ یہ توحید اور معرفۃ الہیہ  
 کہاتے گی۔ جیسے سورۃ الاخلاص کی اس میں تمام صفات بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی کا واقعہ  
 صحیح بخاری میں آیا ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد اللہ کی سورۃ

پڑھتے تھے۔ دوسرا یہی ہے۔ شہنشاہ کی جانب میں گیا تو صحابی نے فرمایا کہ: میں نے آپ کی وجہ سے محبوب بھٹا  
جوں آپ سے فرمایا۔ چوتھا عرض ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی سورۃ ہے کہ عربی مصنفین پر  
بیشمار ہے۔ یہ اس سورۃ کی خصوصیت ہے۔

۲۔ نوید آتی صحافی اس حال الموصح بہت سی عبادات کا ذکر درود چھاد امر و نواہی کے مسئلہ کا نام ہے اور وہ عایت درجہ کا نقل ہے (ظہور کرمی عبادات کا نام واسطہ جہاب باری نے اٹھائے کے ساتھ نقل ہے)۔ وہ اور

۳۔ نفسِ مہر و تقاضاتِ دلینہ و مہلکاتِ جہنم کو بالواسطہ تعلق باری تعالیٰ کے ساتھ جو پہلی منزل قرار دیا گیا کہ: قَدْ صَرَفَ وَصَفَ وَلَّى تَمْلِكُ فَأَرْغَبُ ۔ (پتھری، ص ۱۰۰)

فرج، مسیح، تاریخ ہوں، تو اللہ کی عبادت کے لئے کم جیتے اور اپنے ہاتھ پاؤں کی طرف نہ دیکھئے۔  
 تحقیق ہے اس کی کوئی معنی میں کیا ہے کہ دولت الی اللہ واسطہ ہو پہلے واسطہ فی کیوں کہ آپ  
 کے تمام غلام وہ شرفاء ہی کے لئے تھے سادات کے سنی یہ نہیں کہ خود جنت کا دروازہ ہو، بلکہ جیسے یہ ہے  
 اپنے کسی وہ اس کے دنیاوی عمل ہیں، جو کے جو جس حدوت ہے، چھپ سکے سیاست و غیرہ، لیکن فی اللہ و فی اللہ  
 و غیرہ اللہ عزوجل دوسری بات کے جائز ہے کہ وہ سادات، دنیاوی و آخری و ان کی شقاوت کے ساتھ مشغول ہیں،  
 ۴۔ ولید و ولید یا تبشیر و انہ راز طیب کے ساتھ۔

۵۔ قصص و سورتوں کے جوں و معلول تسلیم کے جوں اور کماہمت بڑا حصہ قرآن مجید میں ہے۔  
 مگر کہ سفر کہتے ہیں کہ اگر قرآن کو تیار مضمون میں تغیر کیا جائے تو قرآن میں قصص کے جوں احکام بطور توحید اور توحید  
 وحدت و اشاعت میں ہیں۔ ان قصص کے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ وہ قانون بھی بنائے اور اس پر  
 پختہ کا جذبہ اور وہ سر پیدا کرے۔ مگر ان دیگر حکمتوں کے قوانین کے کہ وہ حکمت قوانین میں مگر قرآن مجید  
 کے ایک نامور تبار و درجوں کے اتنے قصے کہ من اور شفیق ہیں۔ اس نے احکام پر مل کر کہنے کے بعد کہنے  
 کے نام کا بھی تبار ہے حکمت تو اس میں نہیں دوسرے ہوتے۔ ۱۔ "مکمل" اور پھر اس کی حکمت و حلالہ  
 کا ہے۔ کہ مفسرین کا تاریخ پڑھنے سے دل میں جذبہ پیدا ہو جائے کیوں کہ یہ لغت انہی سے ہے۔ کہ  
 اس میں طائر و دشاہ و دیگر کہ چھ آپ کو دیب ہی دیکھتا چاہتا ہے۔ چنانچہ جی کا ایک اور قصہ ایک سیرت آدمی  
 سے بیان کیا کہ حرمینی کے فوجوں کو سورۃ اعلان ایک کر کے سنائی جاتی ہے کیوں کہ ان کا قتل ہے کہ دنیا

[illegible]

باقی تمام غریب میں ادا ہو اور قسمت دعوہ اس کے ساتھ قوت ملے گی۔ تو ستم چین وہ لوگ ہوں گے۔ جس کی قوت میری ٹھیک ہے اور قوت میری کٹاؤں کے اعلان میں ہے۔ مجھے انقسم اللہ عظیمہ نہ الیہ عظیمہ و التوفیقین۔ تو سس ہی جو عید صدیقین اور شہداء و صوفیاء ہوں گے۔ اگر کسی شخص کی قوت عظیمہ تو میری ہو۔ مثلاً سو کھانا جادو کر دیتا ہے۔ مگر میں اس کے خلاف کرتا ہوں۔ اور ایک وہ شخص ہے کہ جس کا علم بلکہ جس شخص کی زبان کا کھانا جادو کر دیتا ہے تو وہ علم ہی علم اور علم ہی اور ایک شخص جیسا کہ ہے کہ جس کا علم ہی نہ ہو۔ اور اس میں بھی کھانا جادو کر دیتا ہے۔ تو پہلی قسم کے لوگ تو مسرور ہیں کہ جس کا علم تو ہے مگر میں نہ ہوں اس پر غصہ بہت آتا ہے۔ و صوفیاء میں بہت پانی ہوتا ہے۔ اس سے دوا ہوا

WZV

”اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا کذاب عقیدہ غیبت نے ثابت تحقیق کر دیا۔ اور یہی قوم وہ ہے جس نے حج، ستہ کی جہاد اور اس کی توکل کے یہ مسالین ہیں۔ اور ایک سوالیہ تصور ہے۔  
وہ لوگ کچھ نہیں جانتے۔ یا تو انہیں غیبت نہیں معلوم ہوئی ہے۔ یا مستوف غیبت میں یہ مسالین ہیں۔  
یہ داخل ہونے کے

۴۔ یہ سورۃ فاتحہ " اتم العسکرن " بھی اسی کا نام ہے۔ یہ تمام صفائی قرآنیکہ کا کچھ اور حصہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت کے پاس تشریف لائے اور اسلام و ایمان اور احادیث کے متعلق سوالات و جوابات جوئے تو پہلے اس سورۃ فاتحہ کو " اتم العسکرن " کہا جاتا ہے اور پھر اسے کہا کہ اے یہی حضرت جبرائیل علیہ السلام والی حدیث ہے اتم السنۃ ہے کیونکہ یہ صحابہ میں سے پہلے پڑھا ہے اس سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایمان تو اللعۃ علیہ وعلیہ وسلم ہے اور اسلام آیۃ اللہ ہیں ادا احسان کی طرف۔ اس خطابت سے طبع اشارہ ہے اور قیامت کی طرف یہ ایمان لایا سے اشارہ ہوا تو اتم السنۃ بھی اتم القرآن پر مشتمل ہو گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ نمازیں ادا تو اس سورۃ فاتحہ کو " سورۃ طہ " قرار دیا گیا۔ حدیث ہمارے لئے سدا قرآن پر صاف توحید و شواہد تھا۔ اس لئے اجمال تو پورا کرا دیا۔

تفصیل کے لئے غلط فہمی یا تفسیر میں القلمی (سوچ و محنت) جتنا آسان ہے۔ (آر. بی. فرایڈ)

مذہبی وہ صورت ہے۔ کہ اس کو "توحید" مصحف میں مقدم رکھا گیا اور جدول میں سب سے پہلے لکھا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض سورۃ "قرا" کو، اور بعض "سورۃ مدثر" اور بعض "سورۃ فاتحہ" کو لکھتے ہیں، مگر وہ غلط ہے۔ اس بات ایک حدیث مرسل میں ہے کہ سب سے پہلے جب جبریل علیہ السلام آئے۔ تو فرمایا کہ: "باسم اللہ اللہ اللہ"۔ مگر بعد میں مذاہب اچلے۔ اور کہا جانے لگے کہ "القرآن" اور سورۃ فاتحہ دونوں کو ایک مجلس میں پڑھا جائے گا۔ جسے ایک اور حدیث میں ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے قرآن "قرا" تو آپ سے فرمایا: "قرا" میں کیسے پڑھوں، اور اس حدیث میں ہے کہ "اللہ اللہ باسم اللہ اللہ اللہ اللہ" تو اگرچہ تقدیم الائی "قرا" کو ہو، مگر تقدیم ہم عمر سورۃ فاتحہ کو حاصل ہو۔ تو حجاج کی یہ صورت ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ تقدیم طبعی ہی ہو گی۔ مجھے سورۃ مدثر اور "سورۃ لیس فیض دی" مانتی ہے کہ فخرت ترک دی کے زمانہ کے بعد سورۃ مدثر سب سے پہلے پڑا جوتی، بہر کیف سورۃ فاتحہ قرآن مجید کا حصہ ہے۔ اور اس سورۃ فاتحہ کی آخری چار آیات پہلی تین آیات پر مرتب و مخرع ہیں۔ "اللہ اللہ اس میں خلافت اللہ ایک ایسی ذات کا نام ہے جو وجود اور عدم صفات کا بابت کے سرچشمہ اور غراز ہے، بین علم میں وجود کی کوئی نوجا دور نہ کہیں ہی ہو۔ یا کہیں وہ چالی کا کوئی عدد و شمار نہ کہیں ہی ہو۔ وہ سب اسی ایک "قرا" اور "خامیہ" اور "لا" میں سے ہے۔ خلافت آفتاب ہی شاہوں کے درجہ سے علم کائنات کو سمجھ سکتے ہیں۔ علی سب استعداد آفتاب میں تو کوئی کم نہیں، مگر اس استعداد عمل کے اعتبار سے سرچشمہ اپنی قابلیت کے مطابق نور حاصل کرتی ہے۔ اور اس نام پہلی سوزی روستی وہ نور جب کہ آفتاب، زمین سے ناپاؤ کو کر دینے کے واسطے ہے۔ قدرتی آفتاب کا ہے اور وہی گروں سے، اُس کے طبع کے وقت کا کوئی روک نہیں سکتا۔ ایسے ہی آفتاب کے وقت کا کوئی روک نہیں سکتا۔

الغرض وہ صحیح ہے۔ مثال توحید کہنے ہے۔ ایسے ہی ذات باری تعالیٰ سب کائنات و اجالات کا منبع و مخزن ہے

ظہر اے مومن! وہ مہر و تین و قال میں

توحید کہیں ساری اس ذات باری کے کہنے کے لئے ہی نہیں تو بھرا اور اللہ کے لئے ہی گی۔ تو شریعت جو رستے جس نامہ و اور اللہ کے لئے جو حق میں ذات باری تعالیٰ کے لئے اور سب تمام جنوں کو اللہ اس کے بغیر ہیں ہے۔ تو فہم و مانتی و خالی کا روک نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے فرمایا۔

تو یہ تم کو یہ بات سنانے کے لیے بھیج رہا ہے کہ تم کو یہ بات سنانے کے لیے بھیج رہا ہے۔

اور مکتوبوں جہاں وہ سارے ظالم کا رت سحر رت کے گھلی دھار دھبے کے یہ جہاں کے ہیں کہ سب سے  
مستحق نام سے مکتوب نہیں ہے کہ اس کی جگہ کون تک سببناشت نہ پہچانے جو کمال اس کے سے ملتی ہے ۔  
سے رت کا جاننے ہا تو رت کا پیچ کے معنی یہ ہونے کہ مجھے خوب و مستحق میں ہے۔ اُن کو جہاں کمال تک  
جس جہاں کمال اس کے سے۔ تو ہے جیسے ان کا پیچ کی ترمیم کرتے ہیں اور ترمیم ہی کے سبب حال  
ترمیم ہی ملتی ہے یہ ہیں کہ ان کی پڑاؤ کس پڑاؤ نے یا فنا کھادی کے دیکھیں میں ٹھکانا جانے بلکہ پیچ  
معدودات چرمیوٹے پھر نہ جانے کھدے جانے ہیں ایسے ہی مرشد و راستہ کی روحانی ترمیم سے تو  
رت کا پیچ کا معنی یہ ہے کہ جو ظالم کی سرچ کو دور کرنا تو کمال تک نہ رہی پہچانے۔ تو جیسے اس کی  
روحانیت کا طے پائے ہی ہونے کے طور پر رت ہی کمال ملتی پہچانے جیسے فرمایا گیا

مفتی محمد عارف صاحب نے یہ خط لکھا تھا۔  
 ترجمہ کیا تم بیکار تھے جو یہاں پہنچاؤ گے اور چھوڑتے ہو سو یہاں سے بہتر نہانے والے کو  
 دیکھو۔ یہ دونوں نام دلائل ہیں۔ ایسی رحمت ہے کہ جو دیکھتے ہیں، اس میں کمال  
 کا یعنی شغل کا مشہور ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ کمالیہ رکھتا ہے کوئی کئی وجوہات اور دنیاوی  
 دائروں کی رحمت اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے فرمایا گیا

۱۔ ختم ہو گیا ہے۔ کسی بھی طرح کا

میری بات دیکھیں ہے

نویسندگان کی خدمات و سائنس کی ترویج و ترقی کرنی چاہیے۔

یہاں پر ایک اور عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔

سب کی عبادت کرنی چاہیے، جسے براہِ سیدھ استقامت سے اپنے آپ کو دینا

$\frac{d}{dt} \left( \frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

فرم کی تم، جتنے جوش کے سہی ان مردوں و عورتوں کو چاہیے، اسے کسی نفع اور نقص کا

کے لیے

۱۔ "بہت قریب" کا ترقیب و سبب نہیں رہے۔ دیکھئے جی۔ ڈی۔ فٹل نے دعویٰ کا ترقیب بھی ⑤

ہمیں یہ ہے کہ جو ذات نفع و قدر و قیمت و قدر کی ایک ہے اور مستغنیٰ میں بقدر کامل شروع ہو کر ایک  
 و تکیہ اس میں ہم۔ جو خود کیے مار کر کھنڈے اور خود سے نکال کر وہ ایک ہے اور ہم  
 ہے۔ مگر قیمت کی طرز سے واقف نہیں۔ خود نکل اسخاست کر کے گا اور سب شرائط و ہادی میں  
 پائی جاتی ہیں اور اسخاست کے قابل وہی ذات ہے۔ تو مستغنیٰ کے لئے تربیت اور نیکیت و نیکیت  
 اس طرح سے ایشا الخف کا قرب لہو و مدہ پر جو اور ت سب سے کا مستغنیٰ  
 اور غرض اسطراط کا قرب نہ خود سخیہ پر ہے کہ جو خود کا ہر ایک امر میں مستغنیٰ ہو گا۔ وہ  
 غایت کا بہرہ ہاں ہو گا۔ اور آگے کی تمام آیات کا قرض عاید ہو گا۔ یہ جو ہے۔ اور اگر تین صفات  
 میں سے فقط ان خود لہجہ کو کیا جائے تو سب کا قرض اس پر ہو گا کہ جو حق و شفقت اور رحمت  
 کامل ہو گی تو تربیت بھی کامل و نافی پڑے گی ایسے ہی جو نفع و کامیابی سے مستغنیٰ ہو گا۔  
 الغرض یہ کہ کوئی چیز ہمیں نہیں کر سکتی۔ جس تک رحمت کامل ہو۔ غنا رحمت زیادہ ہو گی اشی  
 ہی وہ چیز کامل ہو گی تو ہر ایک سب کا قرب و سب سے خود سخیہ پر ہو گا کہ جو مستغنیٰ تو ہم ذات  
 ہے۔ اور باقی تمام چیزیں رحمت کا مظہر ہیں اس کے بغیر نقصان ہو سکتے ہیں تو اس میں آیات و قرض بھی  
 الاغنیٰ الاثریم پر ہاں اگر میں کہ جاتے کہ تمام قرائن عالم کیسے اور سورہہ خود مدھی ہے اس لئے ہم انہ  
 کا "سورہ" بتا دے کہ قرائن کی کوئی بھی سورہہ خود تو اس کا مدہ اس میں رہے۔ اس سے غنا  
 ہم انہ کو سورہہ کا جو قرار نہیں دیتے۔ بلکہ مستقل آیت کہتے ہیں اگر ہم انہ کا مدہ کر دیا ہو تو وہ بھی  
 ہو سکتے ہیں کہ جو انہ اس کی رحمت اور ان قرائن کا مستغنیٰ ہو ہے۔ کہ جو مدہ و مستغنیٰ و مدہ و رحمت و رحمت و رحمت  
 میں خلق بھی پیدا ہو جائے۔ اس خلق کو بھی جانے کے لئے اجابہ کو اور کتب سجادہ کو اس کی نیکی اور خلق  
 یہ ہے کہ اس میں اس کی ذات اور صفات کے ساتھ چل رہے ہیں۔ بسم اللہ کی ذات کو اور رحمت و رحمت و رحمت  
 اللہ اور خلق کو ساتھ لے اور دہنے کی قوت دیتے ہیں اور خاص میں حق و مدہ ہی "ما" اسخاست کی کثرت  
 مگر غرض یہ کہ جو انہ رحمت و مدہ ہی "ما" اسخاست کی قوت دیتے ہیں اور وہ اللہ ایک تو خلقی ہو تے ہیں  
 جسے صنعت نہ سخیہ۔ جس لئے یہ کہ کہ اس کی اس پر ہر ایک پیر۔ اور یک کجی ہو جائے جسے  
 قدر و قدر و قدر اس میں یہ کہ اس سے گوارا تو جب تک اس میں رحمت و رحمت اور صفات و رحمت و رحمت  
 چلا رہے گا۔ سب رحمتیں اس پر ہوں گی۔ اور وہ ہر قسم کا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو ہم انہ کا مدہ



درختِ الصالحی بہا میں پسماندگی نہ دلائی کرتی ہے۔ اس کی پرتو تو تمام کی حد تک ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ صلیبی ہو سکتا ہے جیسے فرمایا "لَا تَدْرِي مَا أُجِدُّ" یا "اَلْاَنْ اَكُلَنَّ اَكْلًا كَمَا تَدْرِي" تو معلوم ہو کہ اُس وقت سے الصلیبی ہو سکتے مگر اس کے لئے ایک واسطہ ضروری ہے۔ وہ اسرارِ نبویہ اور صفاتِ نبویہ ہیں۔ ان کو اپنے جنتِ امجد کے دروازے یا حق پر جو مالک ہے۔ تاکہ تم غلام نہ رہو اور خواہ اور ہو سکتے

تجربہ چلا کہ اس کے قانون کا صلہ سودا خانگی ہے اور سودا خانہ کا صلہ جسم ہے اور جسم نہ کھانا  
اور صحت ایک غلو کو دیکھ کر صحت جوڑے والی مانی ہے یہ فقیر اپنا صلہ ہے اور یہ صحت  
ہے کہ اس کا صلہ یہ غلو ہے تو اس کے لیے اس پر غور و جستجو کرنا چاہیے کہ کون سا صلہ کلام  
ہے مگر یہ اس کے لیے کہ اگر یہ یہ تعبیر ہی نہیں مگر یہ تعبیر یہ ہو سکتی ہے اور اس کے ذائقہ کو نظریں بند کرنا  
کے ساتھ ان کے اثر پر اس میں یہ فیصلہ نہیں ہے جیسے کھانے کا صلہ مگر اس سے سادہ دلت اور شاہیں  
بظاہر نہیں نکالی جاسکتی ہے ہی یہاں ہی ہے غور و فکر و جستجو کہ اس کے صلہ کو کس قسم سے  
کی تعبیر ہی ہو گی اس کی عداوت ہے قرآن مجید کا صلہ ہونا اس پر صحت کی کتب بھی مکی ہیں وہ وہ نمازیں  
بہت سے صلہ ہے جس سے صحت و عداوت کے اعتبار سے اور جس سے یہ پینے کے صلہ سے جس سے  
بعض شخصیں یہ وہ صلہ سے کہتی ہیں

۱۔ معذرات کے اعتبار سے کہ معاذ اللہ اگر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس کا دامن میں کی گالی دیکھا جائے۔  
 ۲۔ اس شخص کی حالت باقی ہیں، مگر وہی جیسا کہ "اعجاز" ہے جیسے موت اور نفی  
 کا مطلب ہے جس مقام میں نفی کا لفظ دیا گیا ہے۔ اس کا موت کا لفظ "اعجاز" میں کر سکتے  
 ۳۔ قریب کے اعتبار سے کہ ہے کہ اگر قریب اور نہ جانے قرابت میں یہ مفہوم میں کرنا مطلوب ہے۔ وہ  
 طبرہ ۱۰۰۔ وہ ہر گز متفقہ آیت ہے

ويعتبر من أهم أسبابه

فرم: وہ بیکار و مشرک ہے یا پلے شدہ شریکِ عدالت کو  
 اگر اس میں طرحی کاغذ کی جتنی نوکریوں کا جواب ہے اگرچہ اس سے ظہورِ شرک کی  
 تفسیر اور بکائی ہے۔ اور وہ دو طرح سے ایک تو شریکِ ظہر، دوسرے دو طرح سے عدالت کو

کہ تو یہ سب عداوت کی تعلیم کی صورت میں میں ہو سکتی ہے یہی فرمایا گیا ہے کہ

تقریباً اور نہ نقل کہ وہم اپنی اولاد کو اعلیٰ سوسائٹی کے معنی کی دہشت سے ہم رزق دیں گے تم کو دانی کا بیج  
نور و دھری بیج دیا ہے۔

الْقُلُوبُ وَالْأَفْئِدَةُ وَالْجَوَارِحُ وَالْأَعْيُنُ وَالْأُذُنُ وَالْأَفْئِدَةُ وَالْجَوَارِحُ وَالْأَعْيُنُ وَالْأُذُنُ

[illegible]

وَقَدْ كُنَّا فِي الْبَيْتِ إِذْ أَقْبَضَ إِلَيْنَا الْكُرْسِيَّ فَزَلُّوا بِهِ خِلْفًا عَلَى الْأَعْيُنِ وَأَنْجَبُوهَا

**Figure 1**

فرمود: کہا ان اقوام کو دھوکوں سے کیا تمہیں اللہ کے دھوکے میں نہ جکڑے جو بندے والا ہے۔  
آسمانوں اور زمین کو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں

قَاتِلُوهُمْ وَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَشَرْهِنَكُمْ

نوحیہ: کہا اُن کو اُن کے رسولوں نے ہیں ہیں ہم "عمر" آدمی "تم جیسے۔"

اس جگہ اصرار کا فقدان چاہیے۔ حالانکہ وہی پچھلے دنوں مخاطب ہیں۔

۳۔ بجانب خائفہ جس میں حکم و حقوق اس شخص کو ملتا ہے جو جبر و ہے ہیں۔ اُن کا شمار ایسے کی ۲ سے کر اگر ایک عامی اس کے لئے۔ تو وہ بھی کچھ بیٹا ہے اور بقا عاقل سے عاقل اس میں غلط لگائے۔ تو وہ بھی بجانب قسم کے موقی لانا ہے۔

۴۔ مقاصد قرآنہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن نہ صرف سمجھ میں آجائے بلکہ قلب میں مستطاب ہو جاتا ہے۔ جس سے تقویٰ زندہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُ بِهِمْ لُغَاً يَذْكُرُونَ

فرحیدہ اور اسی طرح ہم نے، تمہارا آپ کی طرف ایک رواج کا اپنے فکر سے

دعا کا کام یہ ہے کہ اس چیز کو زندہ کر دیتا ہے ایسے ہی قرآن بھی ایک دعا ہے۔ جو کہ طلب پر قبضہ کر کے اس کو زندہ کر دیتا ہے

لَقَدْ يَرْجِيهِمُ اللَّهُ

احناف کے ان یہ آیت مستقط ہے۔ امام شامی رحمہ اللہ نے اور علی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی  
 دھبہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ اس میں آٹھ قول ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ  
 سے کو جزو راستے ہیں۔ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سنوہ دلائل بیان کئے ہیں۔ مگر ان سب کا جواب  
 روح المعانی دسے نے دیا ہے۔ احناف کی دس یہ ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا تَفَضَّلَتْ لَصُورَةَ الْكُفَرَاءِ لِقِرَاءَةِ

ترجمہ: ائمہ اربعین کی سند، علامہ صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 تکبیر تحریر اور قرأت سورۃ فاتحہ سے نماز کا افتتاح کیا کرتے تھے  
 اگر بسم اللہ قرآن کا جزو ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیوں شروع کرتے اور ایک  
 حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعا میں ہے کہ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

ترجمہ: صواب کرام نماز کے شروع اور آخر میں کافی اور ذکر نہیں کیا کرتے تھے۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے کہ۔

إِيَّاكَ يَا مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

غیر جار! اسے بیٹے۔

چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ  
 کا ارشاد ہے کہ۔

قَسَمْتُ الْمَلَائِكَةَ سِتًّا وَسِتِّينَ لُحْدًا بَعْضُهُنَّ قِيَادَةُ أَقَالِ، الْحَمْدُ الْحَمْدُ بِنْدَةٍ  
 قُلْ حَمْدُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهُ قَوْلُ سُبْحَانَكَ رَبِّيَ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
 عَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ

ترجمہ: میں نے ملائکہ کو پنے اور بندہ کے درمیان آدمی آدمی تقسیم کر دیا ہے۔ جو جب بندہ  
 کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے بندے میری تعریف کی اور  
 جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے بندے میرے  
 متعلق بہت تعریف کی۔ اور جب بندہ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔  
 میرے بندے میری تعریف کیا ہے۔

یہیں احوال خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ قَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ

ترجمہ: اور جب بندہ کہتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسَدٌ مِنْ اَسَدِیْ اہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ  
 کہتا ہے تو یہ معاملہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔

عبادت تو اس کا حق ہے۔ استقامت سے اپنا سوال شروع ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ



تو کہ پیرے ہوئے کے ہے "میرے" کے ساتھ ساتھ کہتے ہوئے کے لئے ہے  
 بعدیت اختری کے ہے کہ "نوب" آیت کو یہ کہتے ہیں کہ "میرے" کے لئے ہے  
 نتیجہ کہ اگلی انداز میں "نوب" کو "نوب" کے لئے ہے "میرے" کے لئے ہے  
 میرے لئے ہے "نوب" کے لئے ہے "نوب" کے لئے ہے "نوب" کے لئے ہے  
 قرآن اور تفسیر کے لئے ہے

[illegible]

[illegible]

Figure 1. The effect of the concentration of the *Agrobacterium* suspension on the transformation efficiency of *Agrobacterium* strains.

تو جو سس نہ کے نام سے جس کے لئے وہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہو سکتی ۔  
 بیج کا عطا ہونے پر ادا کرتے کرتے ہی سس کا مشق سے زیادہ سمجھوتے اور ایک  
 حدیث شریف سے استدلال دیا کہ یہ کہ ۶ کھوت صلی من علیہ وسلم کی سواری کو ملے کر گئی تو بدین  
 کی زبان سے ملا ، فقہ شافعی کا نام دیا کہ یہ کہ ۶ کھوت صلی من علیہ وسلم کی سواری کو ملے کر گئی تو بدین  
 اس سے چھوڑ دے ، ملے کر گئی تو بدین کی طرح سمجھوتے سے کسی شاعر نے کہا  
 " شرو حیلہ اشخیر ، شرو خاک تبعث " ۶

تو سی طرح سم نہ کھائی۔ مگر جبکہ حفاظت کے محسوس ہیں۔ کھانا صرف کے مصلیٰ کی  
تائید ملتا ہے۔ طبیعت کی صورت یہ ہے کہ وہ اس سے غرضت و استغناء ہے۔ یعنی  
شے کا نام میں کیوں بیٹا ہوں تاکہ اس سے استغناء حاصل کرنا جس مصلیٰ روایات میں آتا ہے  
فلاح سر پر ہوتا ہے۔

[illegible]

تقریر پڑھ کر اپنے استاد کے سامنے اس کو ملے والے جواب دیے۔

سب دو بچے پر غصہ، روشنی چلا اور اس کرتے ہیں کہ کسی گناہ اور یہ دلوں چٹا کیا یہ سمجھ نہیں آتا۔  
مگر جو چہرہ ساری سمجھ میں نہ آئے اس کا۔ جو نا کیسے عزم آتا ہے چنانچہ حضرت سولہ افراد نے جس کے۔



ترجمہ: مری پرکت ہے اس ذات کی جس کے نام میں ہے بادشاہی۔  
 فَتَرَدُّقُ لِقَائِهِ أَحْسَنُ الْعَاقِبَاتِ۔ رپ: ۱۰۰ س: ۱۰۰۔ اَلْوَيْسُونَ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: مری پرکت ہے اللہ کی جو سب سے بہتر پائے والا ہے۔

اور کہیں دیا گیا ہے۔

فَتَرَدُّقُ لِقَائِهِ أَحْسَنُ الْعَاقِبَاتِ وَالْجَنَّةِ نَمُ۔ رپ: ۱۰۰ س: ۱۰۰۔ اَلْوَيْسُونَ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: مری پرکت ہے میرے رب کے نام کی جو جنتی دار اور جنت والا ہے

تو ایک ہی جگہ ہے اگر کسی تو اس کو رات کی طرف منسوب کیا جائے گا اور کبھی اسم ذات کی

طرف تو معلوم نہیں ہوا کہ آیا اطلاعات میں فرق ہے یا نہیں۔ کسی نے کہا کہ مری ہیں مگر غرض کہتے ہیں کہ

مری ہے تو ذکر کے ایک معنی یاد کرنے کے ہیں جو کہ سیان کی حد ہے جیسے۔

وَأَكْثَرُ مَا تَلَفَّذَ آيَاتِهِ۔ رپ: ۱۰۰ س: ۱۰۰

ترجمہ: اور یاد کرنا کہ اپنے پروردگار کو جب تو چھوئے۔

اور اگر چاہیے کہ میں کو اس سے یاد کرنا ضروری نہیں بلکہ سیان اور جنت نام۔ جب یہ اطلاعات

پر وارد ہو جائے تو اس سے ذکر کی ہوتا ہے وہی ضروری نہیں اور جب اسم کی طرف منسوب ہو تو میر

اس سے ذکر کی مراد ہو جائے گا کہ وہ اس کے اسم کا بھی رہا ہے اطلاق کرنا ضروری ہے اس طرف

سنبھلنا۔ سَنَسْأَلُكَ الْأَعْمَلُ۔ رپ: ۱۰۰ س: ۱۰۰۔ تو تسبیح کو اپنے بلند رب کے نام کی

پاکیٹ میں ہے۔

سَنَسْأَلُكَ ذَاكِرًا رَبَّنَا لَا تَقْلُ۔

ترجمہ: اپنے رب کی تسبیح کا اس کے بند نام کا ذکر کرتے ہوئے۔

پہلے جو جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

يَحْمَدُهَا فِي سُجُودِكُمْ۔ اسی کا اپنے سجدہ میں کہو۔

اور مسجد میں وہاں کے ساتھ پڑھا جائے اور جب تسبیح یا تسبیح رتف فطیحة نزل

ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ يَحْمَدُهَا فِي رُكُوعِكُمْ

اور اگر کوئی اس کے خوف کرے۔ تو تاک سخت ہو گا۔ ایسے ہی مختار رب اللہ سے مہرب



ذات کی طرف اختلاف ہو تو سخت مراد ہوگا، اور جب اسم کی طرف اختلاف ہو تو اسم کا بارگشت ہوا ہوگا یا جانشین۔ اس فرق کو حفظ ایہ قییم نے بیان کیا ہے تو تائید و استیلاء اس جگہ سے ہوا ہے بعض کہتے ہیں کہ اسم میں گنگو نہیں بلکہ اسماء الہیہ میں گنگو ہے۔ کہ آزاد وہ ہیں جس میں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت کے ہاں کلام نفسی نہیں۔ اس سے وہ اُسے فیہ قرار دیتے ہیں۔ و س عرہ لآعینہ و لآعینہ

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

اس کا اخذ اشتقاق ایک ہے۔ اور ان میں بہت سے اسرار رکھے ہوئے ہیں۔ فرق اس طرح بیان کیا جائے کہ اگر غرض تو یہ لفظ کے لئے نہیں مگر اس سے کم درجہ ہے۔ جو بعض کیفیت کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں کہ دھن کے لئے رحمت عام ہے۔ اور علیحدہ۔ یا خاص۔ یعنی رحمت کے مستحق بہت ہیں اور رحیم کا خلق خاص ہے۔ جیسے مسلم و علیہ کے لئے اور کوئی مسئلہ یہ اعتبار رحمت کے۔ یعنی فرید ہے کہ دھن کا کام یہ ہے کہ وہ بڑی بڑی چیزیں ہیں جیسے آخرت و غیرہ اور رحیم میں بھرتی ہوئی نہیں۔ مگر۔ سن کی بنا اس قاعدہ ہے کہ جس کی بنا رہا ہو۔ اس میں معنی نہیں۔ نہ پائے جائیں غرض قاعدہ غلط ہے۔ بجز اس میں مگر تو کلمہ یعنی "تو کہ نام" اور علیہ کے والد ہیں۔ یعنی جو خدا کے لئے توں کو اس کا پہلا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے اور ان معنی میں ہیں۔ ان میں صفات دائرہ دانتہ نہیں جاتیں جیسے "عزت" (پایا) "مجدد" "مصدق" "مبارک" اور غیرہ۔ یہ ان صفات میں سے ہیں جو داخل ہوتی ہیں اور آتی جاتی ہیں۔ اس کے خلاف "توسیف" کا ذیل ان صفات کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو خداوند متعالیہ ہیں۔ جیسے "علیم" جس میں خوداری زیادہ ہو۔ اور "غیل" جس میں عقل زیادہ ہو۔ اسے ایک ہی کہیم کا خطاب ہے۔ تو دھن صلا کا اور یہ ہے۔ اکثر تعالیٰ کی طرف ہوا نسبت رحمت کی ہوتی ہے تو ایک تو رحمت "پ" کی صفت دارمہ دائرہ ہے۔ اس میں "رحیم" جو دونوں قبل دلائل کے لئے ہے۔ اور میں کوئی مرجع ہو نہ ہو۔ مگر دھن جو دونوں صلاں پر معنی رحمت کرنے والا ہے۔ ایک فعل ہے اور فعل میں استغفار نہیں ہوتا تو ہم اکثر یہ جو گا کہ "خدا ہے" اس کے لئے کہ جو رحمت کرنے والا ہے اور رحمت والا ہے۔ مگر غلط ہے۔ اس کا ٹکس یہاں کیا ہے کہ دھن تو رحمت ثابتہ ذات پر دلائل



نہا دہ ہو جیسے کوئی آپ کی خدمت کر رہا ہے۔ اُس کے لئے کوئی ایسا کام کر دیا تو اس کو رحمت  
 سے زیادہ بڑا کہا جائے گا۔ تو ان لوگوں سے فرقی کیا ہے کہ جو بغیر کسی کسب و عمل کے تو جیسے ہمارے لئے  
 ہو کر پیدا کر دیا گیا ہے تو ہمارے کسی عمل کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ تو ہمیں کام سے روز مہرانی و رحمت  
 بنی نوع انسان پر مہرانیں یہ رحیم کا کام ہے۔ یہی رازِ رحمت میں سے کسی سے اس کو جان نہیں  
 کیا اور نہ ہی قرآن میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔ سہی میں کو یہ غلط فہم نہ لگنا چاہئے کہ رحمت  
 و رقت طلب بھی دل کا ہوا کسی ایسی چیز کو دیکھ کر جس کا ترغیب پر پڑے اس کے دل کے دلچسپ والے  
 کے قلب میں ایک قسم کی رقت پیدا ہو۔ ہر وہ بھی کسی طرح کی عورت سے تو وہ ایک عارف و مددگار ہوا۔  
 جیسے کسی مادہ کو دیکھا جائے تو یہ اس کا جذبہ طلب کا سبب ہو اور اسے مددگار کی گنتی پر آم رکھے۔  
 اُسے رحمت کہتے ہیں۔ جیسے حدیث میں آئے ہے کہ ایک آدمی نے کئے کو دیکھا کہ نرم مٹی چلا رہا ہے۔ تو  
 وہ کہوں میں ان کو کہ اپنے سوزہ میں پانی بھر دیا آپ نے دیکھا کہ اُس رحمت کی رحمت سے اس کے گھاسوں  
 کی مغرت کو دھکی گئی ہے۔ مگر یہی قصہ ہے تو کثرت نہیں بلکہ وہ تو سب سے بڑا رحمت اس کے لئے سمیٹا دینا  
 قلب ہے بلکہ اس کے لئے مزاج ہی نہیں جو ان کو قبول کرے اس لئے بڑے بڑے شخصیتوں نے یہ کہا کہ تو ان  
 کے لئے میں رحمت کا ثبوت کیا جاتا ہے وہ تو خدا ہے وہ اس طرح کو ایک توحید پر تہا ہے اور دوسرے  
 آثار ہوتے ہیں۔ بعد از کیفیتِ خلق ہے۔ اور اچھا خیال خیر اس کیفیت کا تو ہے تو وہ کہتے ہیں کہ شہِ خلقی  
 کا جو رحمت کہا جاتا ہے تو گویا بخار ہوا کہ وہ مصلحت کے اعتبار سے ہیں کیا بلکہ آثار کے اعتبار سے  
 رحمت کو کہا جاتا ہے۔ مگر شخصیت کہتے ہیں۔ مگر یہی قصہ ہے کہ رحمت خلقی جو ان چاہیے اور ہمارے  
 لئے رحمت مادی جو یہ اپنے کے جیسے پانی کی حیثیت تو نرد و قہ ہے۔ مگر گھر میں بکے احرار سے اُسے  
 اب حاکم کہا جاتا ہے۔ یہی حرارت اس کی ذات میں ہیں مگر یہی جو آگ کو حاکم کہیں تو یہ  
 حرارت اس کی ذات میں ہے۔ کسی بیرونی چیز کا اثر نہیں ہے۔ جیسے آفتاب کا سوز ہونا اور یہی  
 کار و خیر ہونا۔ ایسے ہی جو رحمت مخلوقات میں پائی جاتی ہے تو وہ یہ ذاتی تاثرات میں پائی جاتی ہے مگر  
 حق تعالیٰ کا تاثر ہے یا کہ ہے۔ اس میں یہ رحمت خلقی پائی جاتی ہے۔ جیسے آفتاب بالذات مددِ خلق  
 ہے۔ کسی کے اثر کا اثر نہیں۔ تو رحمت جو تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ تو ہے اس ذاتِ باری  
 تعالیٰ کی رحمت کا۔

یہ مضمون حدیث میں محمد کے لئے دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو تمام اقسام پر تقسیم کیا۔  
 ان میں سے ایک حصہ مخلوقات کو دیا اور سارے پتے لئے رکھے، پھر اسی ایک رحمت میں سے آپ  
 کی بیٹی پر، سیر کی مریخ پر، ماں کی بچہ پر تو یہ تمام اس ذات ماری کی رحمت کا پرتو ہیں، تو کیسے  
 کہلایا سکتا ہے کہ ماری تعالیٰ کے لئے تو رحمت جبار ہے اور ہمارے لئے حیض ہے جیسے ہم بھی جن  
 اور عالم ہیں اور ماری تعالیٰ بھی وسیع و جبر ذاتیم اور جنتی ہے، مگر اس کی مروت ہم جیسی ہیں  
 اس کا علم ہم جیسا نہیں کیونکہ جبراً ہم تو مخلوقات مشرکہ کے تحت میں داخل ہے مگر ماری تعالیٰ کو  
 مخلوقات سے پاک ہے، ایسے ہی مسیح ہے کہ جیسے ماری صفت مسیح ہو سکے، ورنہ سے جلتی ہے، تو پھر  
 لغو ذات، عدم آنے کا ماری تعالیٰ کے لئے کوئی صفت حیض نہ ہو، یہ تحقیق "روح المعانی" والے نے  
 کہا ہے، تو کہا جائے گا کہ رحمت وہاں حیض ہے، مسیح حیض ہے، ماری رحمت اور مسیح اس سے  
 مستفیض ہے مگر وہ کتب یلیویشہ یہ ایسے ہی ہے، جیسے ہم ماری کے فرمایا کہ  
 "لَقَدْ كُنَّا مِنْ دُونِهُ مُنْجِبِينَ" اس میں کوئی چیز نہیں اور وہ سنبھلے والا  
 اور دیکھنے والا ہے، لیکن اس کی صحت و جبر جیسی نہیں، مگر مسلم اقسام نے اس آیت کو اپنی صفت  
 رحمت کو لے کر اسلام پر اعتراضات کئے ہیں، ایسے ہی نام نہاد مسلمانوں میں بھی بظاہر رحمت اس  
 کے لئے منافی ہے کہ آپ نے ہمیں دنیا کے کھلنے کا علم دیا کہ شکر و ذبح کر کے دے رکھتے ہیں، حتیٰ کہ  
 حج امام ابو حنیفہ کے نزدیک "افضل الصلوات ہے" اس میں صحت جہاں ہے بلکہ حدیث میں ہے۔  
 الْحَجُّ أَفْضَلُ دَنَسٌ حج، مہر پرچا پکار کرنے اور عین صلا کا اپنی کتاب تو ذبح کا اور اس میں  
 کہنے کے بعد ان کے ان میں حج کا کھانا مانو ہے مگر مشرکین اور اچانک کے سونے اس کو لے کر  
 اعتراض کیا ہے کہ مسلمان ایک بے گناہ مانو کہ ذبح کرتے ہیں، چنانچہ دیا خدا نے اس رحمت کی  
 صفت کو لے کر کہا کہ ذبح کرنے کے وقت یہ رحمت کہاں میں ملتی ہے اور جہاں کا مسکن ہے کہ  
 وہاں آدمیوں کو قتل کیا جاتا ہے اور اس کے لئے نصوح کثرت سے ہیں، ایسے ہی اعادہ جی کوئی یہ بہ  
 دیا نہیں کہ جو خدا کو مانا جو اللہ سے رحمت و جبر دے، بلکہ یہ بندہ اور ایک ہے، اور خدا و فرما  
 ہر ایک کے لئے ایک میں مقرر ہے، حتیٰ کہ مقرر جس وقت اپنی طبیعت سے اس طرف ہوا کہ ہر  
 ہے کہ دیکھے والا اس سے منتخب رہا جائے، اور کوئی طور پر یہ رحمت کہہ رہی ہے جو خود دیکھنے والی

[illegible]

[illegible]

الحمد لله

۱۔ حضرت یونسؑ کا قصہ ہے کہ سورہ السجۃ کا ص ۱ اور سورتی ہے آنگو  
جہری رہتی تھی اس کا قصہ ہے کہ اور سورہ ص ۱۰۰ کی جہری فرمایا  
۲۔ حضرت یونسؑ کا قصہ ہے کہ سورہ ص ۱۰۰ کی جہری فرمایا  
۳۔ حضرت یونسؑ کا قصہ ہے کہ سورہ ص ۱۰۰ کی جہری فرمایا

”جہاں کہہ دوں گی، وہاں سے اس شخصیت اہمیت نہ رہے گی کہ ایک خاص مناسبت ہے کہ اگر  
اہمیت محدود ہے، لیکن وہ بھی ان محدود سے محدود ہے جیسے احمد۔ یہ بھی زیادہ محدود ہے اور  
”احمد“ اور آپ کی اہمیت کا قلب میں پہلی کتاب میں ”حمادوں“ آیا ہے اور آپ کے  
صلوں سے، یہ بھی ”احمد“ ہے، خود محدود آپ سے کہ ہے اور آپ کی کسی بھی ہے تو کو  
وہ ایک حد ہے کی شکل میں ہوگی اور آپ کا مقام بھی ”مختصود“ ہوگا کیونکہ ”مختصود“ اہمیت  
وہ محدود ہے تو محدود ہوگا اس شخص کو اس اہمیت سے کوئی خاص مناسبت ہے، اس سے پہلے ہی محدود  
یہ حق تھا ہے نے غصہ کر دیا کہ اس شخص سے غصہ کی کیا وجہ ہے اس کے، اس خاص بیان کرے اگر محدود بھی  
شخص نہ بدلتے تو بھی وہ بھی ہو گئے کہ اس میں نہ بدلتے ہیں، مشکوک کی کتاب ہے۔“

الحمد کا الف لام

نمک کی جاتی ہے تو اختصاص نہ ہے گا۔ مگر کہا جائے گا کہ محمد میں تھا الجلیل الامانی اور جوئی پر تعریف و ستائش  
 ہے اور محمد کو نہ دانہ بہ قصد تعلیم اس کی حمد کرنا جو جوئے کا اس اور خاص یہ گند نہیں جاتی دنیا کے  
 کسی ذوق میں جو کوئی خوبی موجود ہے۔ وہ اس کی ذات نہیں کہ وہ پر تو ہے۔ علامہ دیوبند کا یہ کتاب  
 کی روشنی سے تمام اشتیاء منور ہوتی ہیں۔ اس میں ذاتی و عینی ہر جگہ دستہ اس آفتاب کا پرتو  
 ہے۔ اور جو محمد اس پر نور ہی ہے۔ وہ آفتاب کی حمد ہے تو جہاں ہم نے کسی کی تعریف کی ہوئی ہے وہاں  
 وہ خوبیاں اس کی ہیں۔ بلکہ ایک محرم سے کی ہوئی ہیں تو اس محرم کی تعریف و مدح کی جیسے کھٹ  
 فریاد سے کہنے کو جس بھی پیچھے داخل کئے جائیں وہ کیسی اور گوارہ مند تک پہنچے ہیں کیا صواب کہا ہے  
 محمد رانا تو نسبت است درست ہر کہ رفت ہر وقت  
 اشتیاء کا وہ ثابت کرنے کے بہت سے طریق ہیں حکماء سے تو اسکا سے اثبات کیلئے کہ  
 عالم میں جتنی اشتیاء ہیں وہ ممکن ہیں میں ذات کا وہ ضروری ہے اور عدم تو اس میں سے ایک جانب  
 کو ترجیح دینے ذات کوئی ذات ہوئی جیسے اگر ممکن ہے تو اس کے لئے بھی کوئی ترجیح ہوا ہوتا ہے۔  
 علی بن ابی طالب اگر ایسے ہر مسئلہ سے مانے تو ہر ذات کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ تو اس کے لئے ایک ایسی ہی  
 ہوئی جیسے جو واجب ہو تو اس واجب پر مسئلہ کو حل کرنا ہے۔ دوسری قوم ذاتی اس نے حدوث سے  
 اثبات کیا کہ حدوث پہلے وجود بعد عدم ہے کہ کوئی چیز نہ ہوئی پہلے وہ ہوئی تھی یہ موجود ہو گئی اس کے لئے  
 کوئی ثبوت دیا جو کہ پیدا کرنے والا ضروری ہے مگر اس نے اپنے ذاتی نہیں بیان کئے تھے۔ کہ ان ذات  
 واجب الوجود ایک ایسی علت العظمیٰ ہے کہ اس کے بعد اشتیاء میں عقل ذات پیدا ہوئی پھر اس سے  
 تمام اشتیاء پیدا ہوئیں تو وہ ایسی ذات کے لئے ارادہ اختیار فرما رہی تھے بلکہ ایک ذات کو بھی قریب  
 دہنے ہیں۔ مگر قرآن مجید نے ایک اور طرح سے اثبات کیا کہ اس ذات کے لئے ارادہ اختیار بھی ہے کہ کوئی  
 دنیا کا نظام حکم میں کسی قسم کا عقل اور نور نہیں ہے تو اس کے لئے ایک ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جو  
 مدبر ہو۔ اور تمام صفات کا مستطیع ہو۔ جیسے کوئی شخص ہو تو کہلا۔ نہ ہے اور اندر نہ پیدا ہو ہے۔ کوئی شخص یہ  
 نہیں کہہ سکتا کہ یہ میری کسی کے اثر کے چل رہی ہے۔ میرے ہی کا وہ کتاب کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سب ہی کا ہوا  
 اس پر گناہ ہے۔ بلکہ کہہ گا کہ اس پر کسی اپنے شخص نے گناہ کیا ہے نہ کہ خدا ہے اپنے ہی ایک گناہ  
 کہہ گا کہ انسان انما ذلک لکھا سکتا ہے کہ اس منظم طور پر ہر کسی اپنے گناہ کے وجود میں نہیں آتا پھر خود

اسلام اور غیر ملت مذہب کا کر آم کا ایک نمونہ ہے ماسعودیہ۔ اعلیٰ محمد عبداللہ کا تسمی کی طرف سے اس  
مکتبہ کا خاصہ پیش خدمت ہے و تقرب ہے

کہہ دیا نہ وہ جگہ کے باہر ایک عطر و وقت پر ایک ٹھکانہ ڈھرتے سے مزارع اقامت امام اعظم  
مزارعین سینہ ابو حنیفہ عطار بن کاسبت دکنہ اندر طبر کا ستارہ ہے ۱۲ صحت سے لوگ میں میں امام اعظم  
قرنہ رو تیں گئے کی تاج سے پہنچو۔ کائنات مقابل ٹھکانے آپ کو دیکھتے ہی کہنا شروع کر دیا کہ، دیکھو، یہ تنہا  
بڑا امام ہو کر وقت پر ہمیں پہنچا یہی خلاف وعدہ کیا اور اپنے ہم کی گاروی پھپھائی حضرت امام اعظم نے جواب  
فرمایا جانی پہلے ہمارا درگاہ کو کہہ لے، چرک میں حق آئی قدرت سے کہ جب میں دیا کے کنار پر پہنچ تو  
میں پر نہ تو کوئی خاص تھا کہ کوئی کشتی تھی بہت پریشانی ۱۲ استغنی ایک ستارہ درخت اور ست دریا میں  
جہاں ہر آواز تھا کہیں اس کا ٹکانا اور کہوں آتا اور تافیس بچے ہو جاتی تھیں اور کشتی تانچے ہر آواز تھیں  
ہو ہم جاتی آواز، درخت پر سے حدت اگر ہو گیا، اس کے گئے ہو گئے ہر گھنٹوں سے کشتی تیار ہوئی اور  
اور طاری سے اس کے کوئی مانی لکھ خوار اور پار پہنچا اس لئے کہ اسے میں ایریم گئی، اس کے لئے  
مضبوط خواہ میں۔

نعمت کی کہ انکھیں اس بڑے کا درخواب ہو گئی ہے۔ جیسا درخت لڑا بخود کہ اس کے ختمے  
کچے ہی نکلتے ہیں۔ اور ختمے خود کو، کشتی اُن سے کہنے پر نکلتی ہے۔ اور پھر کشتی بغیر ختمے کے خود بخود چل کر کچے پہ  
کر نکلتی ہے۔ اس پر حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا: "تسیر منظرہ ختم ہے" نعمت کا وہ کچے۔ اصل تو اصل  
مسئلہ پر غور کریں شروع سے ہی جو فی الواقعہ میں ہے وہی ہے۔ اور وہی دیکھتے ہیں۔ تو منظرہ ختم کیجئے ہو گئی ہے۔  
حقوق امام اعظمؒ نے فرمایا مسافرہ ختم کو ہے پر میری دلیل ہے کہ اگر ایک درخت سے خود بخود کشتی نہیں چل سکتی  
اور کشتی بغیر ختم کے نہ چلی سکتی اور ساحل پر پہنچ چکا کشتی تو پھر عالم کا یہ سارا نظام خود بخود کیجئے چل  
سکتا ہے۔ معلوم ہو کہ اس کا خاتمہ اور چھاننے والا بڑی قدرت کا مالک اور بڑے عقبرہ والا ہے۔ اور وہ اپنے خلق  
ہے۔ جس پر لوگ مستعد رہ گئے۔ اور وہ عقبرہ اور نہ تو جواب اور دلیل و خاموش ہو کر اور پس چکا گیا اور  
حضرت امام اعظمؒ کے درجہ کے مطابق واقعہ مسافرہ ختم ہو گئی۔

جیہا کہ آقاہ شریف سے استفادہ ہے کہ ہمیں فرمایا۔

لَقَدْ جِئْتُمْ بِشِرِّ تَنَاهٍ وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِنَ الْغَافِلِينَ



[illegible][illegible][illegible][illegible]

۳۔ انہیں میں جو گھر گیا وہاں تک پہنچ کر ہوا۔ جو مسجد میں آگیا تو وہ خدا کی یاد کر رہا۔

ہوئے انھیں عزت و شرف عظیمیٰ لڑا  
لَا تُخْزِيْنَا وَطَيْفِكَ اَنْ كَمَا تَقْبَلُ مِنْ نَفْسِكَ

عزم اسے اٹھائیں آپ کی توہین و فخر کا احاطہ نہیں کر سکتا، آپ دلچسپی جیسا کہ آپ نے ۴۰  
 سی توہین کی ہے۔

کہو کہ خدائی گفتگو ہی نہیں ہے، انہیں کی صفات و توانائی محدود ہیں۔ وہ ایسی ذات کا ایک کچھ نہ  
 سکتے ہیں کہ ان کی تمام صفات و کمالات غیر محدود ہیں، تو اسے پرتو یا پیرہن ہی، مگر بجائے قاصر ہی، احدیت  
 کی تفسیر ہی، ایک حدیث ہے کہ حضرت نور علی اہل بیت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ:  
 سُبْحَانَ مَنْ لَا يَخْلُقُ فَتَةً وَلَا كَرْسَةً لَا يَخْلُقُ فَتَةً وَلَا كَرْسَةً

توجہ انتہائی خاص ہے پاک ہے اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے زیادہ ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شراب سے بڑھ ہے۔

عزیز کو کہو یا مگر الحمد للہ کو کہیں کی۔ تو حضرت علیؑ متعجب رہے کہ ایسے محدث اور مرتبہ کیا کیسے کر رہے ہیں۔ صحت علیؑ سے دیکھا کہ ٹھیکہ جیسی صفہ نہایت یعنی ایسا لکھ رہے کہ میرا کہہ دے نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔ اسی کا جواب یہ ہے کہ مصائب بارہا تعاقب کی دو قسم ہیں۔

۱۰ شہوتہ زانیہ سلیہ بھی جسم اور جہر اور غریب نکلان اور وحشی وغیرہ کی بات سے  
منزوم ہے۔ لیس کہندہ شوقی "اے موزہ کہتوں اور تیرے ہیں کہ می سے تو مہ ہے۔ پس ہے۔  
نور پر مشرور ہے کہ اب می نے تو میں کی بات کی ہے مگر کہا جاتے خاک کی بات ہے کہ گریگ سولینق  
شہید ہوئے ہیں مگر اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔ جیسے امام ایک روحہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

كيف تقولوا لعلنا نبعث

”اتنے کی حیات اور صفات کی کیفیت کی جو نہیں اور اس کی وضاحت کے لئے سوالیہ علامت ہے۔“  
کوئی وصف اُس کی مماثلتی میں نہیں دیا کہ نہ سمجھتے۔

مطرح سے صلوات سبب سے کہ جس سے ظلم چمکی اٹھی جو یہی ہے۔ مگر محنت ثواب کا دارگاہ نہیں ہو سکا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسب کا واسطہ وہی ہو کہ تو جانتے ہو۔ مگر الحمد للہ کہ میں میں

تمام صفا ہے تو یہ ہیں کا انداز نہیں کر سکتے۔ اس سے محبت ملنے سے زیادہ اس کے بچے مت پڑو  
کیونکہ آپ کی امانت قرین ہے۔ مگر انہی اس کی کسی تعریف کا درمخت کتابہ اور اس کے مطابق کو  
نہیں ہیں سکتے۔ ابھی نئی مہر کی کہ سکتے ہیں۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ

وقت متعدد ہے یعنی اس کا نام داخل ہے۔ یعنی تربیت کو کہے۔ اور کسی چیز کو کہہ کر ان کی تکمیل ہو جائے۔  
تجدید بخشد، نیا۔ یہ اصطلاح کائنات میں عام میں پڑ جاتی ہے۔ نباتات، حیوانات اور انسان۔ یہ تین علم ہیں انشود کا  
ذرا پڑ جاتا ہے۔ اس کے لئے رب کا اطلاق ان پر ہو گا۔ رب سے دیاب آئے۔ یعنی باری، رب کو کہہ جس کے ذریعہ  
سب کچھ ہیں کائنات اور ہوتا ہے۔ زمین اور مریخ وہ لوہی اور دھاتوں کی گڑ دیں پڑ رہیں پڑے ہیں۔  
دیت جو کسی لڑکے وغیرہ کی تربیت کو کہے والا ہو۔ وہاں چکر علوم صفات کو آجستہ تربیت پڑھئے۔ یعنی یعنی  
رب والا جس کی تربیت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہو تو تربیت ہو کہ وہ رب ہے تمام عالمیں کا یہ اس کے  
کہ یہ ایک حیثیت سے تو سراسر تربی آپ بھی ہے۔ مگر یہ کی تربیت متعدد ہے۔ حتیٰ کہ پانچ۔  
جو پانی۔ اس کی تربیت بھی متعدد ہے۔ مگر رب۔ وہ ذات ہے کہ جس کی تربیت تمام جہات میں اور ہر  
وقت میں ہو۔ چنانچہ جب ذرا سے سوال کیا تو مومن علیہ السلام نے فرمایا: **هُوَ رَبُّ الْعَالَمِينَ وَالْآرَمِينَ**  
پھر اس سے فرمایا ہے کہ تو کیا اللہ اپنے ظہور و شہان سے کہا کہ۔ **موسیٰ۔ رب العالمین کی شیوہ تو بیکار ہے۔**  
اور اس کی ذات نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا۔

وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ طَرَفًا

فرج، روحِ خُبار اور خُبار سے چنے آباد و اجداد کا نہ ہا ہے، تو اس نے کہا یہ وہا ہے  
 تو کسی غیر المسلم نے فرمایا  
 رَأَيْتُ الْمَشْرُوقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا، كُنْتُ فِي تَحْقِيقِهِمْ  
 فرج، وہ مشرق اور مغرب کو نہ ہا ہے اگر تم غور رکھتے۔

تو معلوم ہوا کہ تمام کتبہ تمام بہات میں اس کی تربیت ہے، زمین تو اس کو جاتا تھا، مگر عمارت کی وجہ سے یہ کہتا تھا، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس کی حقیقت بیان کی جا سکتی، تو اس میں عمارت تمام بہات





اور کس شخصیت کی بنا پر نہیں ہوتا جیسے اس بات پر کہ کسی شخصیت کو کتنے سے گروہوں کا بڑا قائد و سربراہ ہے، مگر ان کا جس سے مراد ہے، یہی نہایت خاصہ و بڑا ہے کہ ان شخصیتوں کی شخصیتوں میں اس قدر رشتہ کی بات ہے کہ ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا ہے جو دنیا کی ہر ایک قوم و مملکت کے لیے ایک بڑی مثال ہے۔

۱۔ مذکورہ مطلق کا معنی ہے شخص

بکریں پر چاروں سواریوں سے گزریں

میں نے غلامی کو اس لئے پسند کیا کہ وہ مجھے کوئی فائدہ پہنچائے گی، جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ

فہمیں پر سخاوت اور احسان کی بات ہے

۱۱۔ انا اللہ تو ہیبت کی جاہ پر تفت پر ہر ففت اللہ پر کرے پڑے گی۔ تکرار، فہم پر ففت اگر نہ ہے

گز اس کے قطع اور قدرت میں نہیں تو وہ کس قسم کی شفقت میں کرے گا اور جس کی تربیت کامل اور اس کا مثلاً دولت ہے وہ دولت بھی کا ہے تو اس کی مدد بھی آپ کے اقتدار کامل راہیں ہوگی کیونکہ

Որքանի՞նք չի ետևորում զուգահեռ

مستحق ہوتا ہے۔ اور ملک مسلمانوں کا ملک ہے۔ اور اس لئے کہانی کا ایک اور ملک ہوا تو انہی نے اس کو

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نِيْلُومَ آتِي دُشَانِي كَسْ كِي هِي، غُورُوسِ جَوَابِ رَا، بِنْدُو اَوَاجِه لَقَهَار۔

اورتھی جس اقد کے لئے ہے جو ایک روز ہم دوست سے، یعنی ۵۰ سی اور مجازی کوئی بدلتا رہی رہا۔

1999

يوم لا تحمل نفس نفس شيئاً  
 رب العرش العظيم الإله العزيم

ترجمہ: جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لئے کچھ چیز کا مالک نہیں ہوا،

یہ ایک عہد ہے، جس کو ان شخصوں کی زندگیوں کا ایک نیا دور ہے۔

الافریقیہیہ دنیا کی ایک اور اسی طرح کے ہے۔

مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ

اسی کے معنی کنی آتے ہیں، جو کہ جوہر کا قشر کے قریب ہیں۔ ان میں سے ایک جذبہ ہے۔ یہ

میرا مشورہ ان کے لئے مستعمل ہے۔ اس کا معنی ہے "بدلوں کا مظاہرہ مجھے قرآن مجید میں آئے۔"

عزیزاً وفاقاً : ترجمہ کے لئے اور آخر آئینِ وقت کے درجہ کا ترجمہ ہے کہ طرف سے  
مستحق کے لئے کہ وہ بڑے بڑے فلاحی کاموں کے لئے ہیں اور جو کہ وہ درجہ مستحق نہیں مگر انہیں

یہ خبر جو ۲۴ مئی ۱۹۷۱ء کو اخبار ’اسٹار‘ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد جوہاں نے ایک بار پھر اپنے گھر میں آکر مقیم ہو گئی۔

کوئٹہ پر حملے کو جی. ۱۰ گروپ نے 'سرجو' کہنے پر کوجہمالت کے مطابق سپریم کورٹ کے جج

[illegible]

میں وہاں کی سبھی چیزیں تمام دیکھ کر تعجب و حیرت کا شکار رہا کہ ایک ایسے سیریز میں جو کہ ایک ہی جگہ پر

۵۶۰ بعضی کے کہنے پر کہ اس سال کو ہر سال مسموم اور سمیت تمام اشیاء میں گزاری۔

سب اس کا استقبال کیا تو کسی نے دھمکا کر سب اس کی پیش بندی تو اشد تہذیب سے فرمایا کہ ہم سے تھے اپنے حصہ پر۔

سے مت ہیں، جو کیا۔ تو سب کے۔ میں یہاں آیا کہ جس کو یہ آتی ہے، اندر سے دستہ کا حکم دیتے ہیں

کہ جس نے مجھے یہ توفیق دیا کہ میں سید صاحبہ کی جہیز کی ایک کڑی سے بھی کم رقم نہ خرچ کروں۔

سے پالی غلب کیا ایک دستخیز پالی کو ایک گلا سے گود مارے گوارا تو سے کہا کہ مجھے حق دے وہ

کرم کے ۱۰-۶ کھانے کو کھلیں۔ یہ کھانے کی حالت دے دیں۔ تو اس طرح سے تھوڑے بچہ کو ایک کھانے پر

[illegible][illegible]

حضرت سیدنا ابوالفضلؓ نے فرمایا کہ:

[illegible][illegible][illegible]

یہاں پر ایک اور اہم بات یہ کہ جو لوگ اس سے پہلے کہ وہ اس کے ساتھ





تکلیف پہ آواگن و آواگن کا مجھ سے ہو گیا۔ کہہ کر ان کا عقد وہ کہ اسان کے لئے موت کے بعد کوئی عام نہیں ہے۔ بلکہ اسی جہان میں بڑا سزا سزا ملتی ہے کہ اس کے لئے دیر کے جسم میں بیج دیا جاتا ہے۔ یہی تو طاقت ہے کہ جو خدا کی کوئی بھی حکومت نہیں کرتی کہ ہر ایک کو بڑا کر دیں۔ اس کا دیا ہے اپنے بڑے جرم کا بھی علم نہیں۔ اس پر جو گری تو دنیا کی کسی حکومت میں نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس جتنی حکومت میں ہو۔

مَالِیْثَ یَوْمِ الدِّیْنِ جو نے بتو دیا کہ وہ ہیں کوئی بڑا سزا سزا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک ایسا ہی آئے والا ہے۔ جہاں باقاعدہ شہادتیں ہوں گی اپنے اپنے پادشاہان اخصاء اور انبیاء عظیم السلام کو بھی دیں گے۔ اور اسے ہر جرم کی خلاف ورزی سزا کا جرم سزا دی جائے گی۔ بہت دیکھا ہے جو کسی جرم پر سزا دی جاتی ہے۔ وہ تیسرا اور عبرت کے لئے ہوتی ہے۔ کہ جرم پھر اس جرم کا ارتکاب نہ کرے تو یہ تب ہو سکتا ہے جب کہ اسے وہ جرم بتا بھی دیا جائے۔

معذرت یہ کہ جس کے ان کے ان کی کوئی صورت ہی نہیں۔ یہی جرم صاف نہیں ہو سکتا۔ اس کا بھی نہ ہو گیا کہ۔ اِنَّهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ہے۔ اور اس سے جیسا کہ ان کا بھی نہ ہو گیا۔ جو کہ نہیں نے باپ اور بیٹے کو ملایا۔ اسی کا کفار و کفر کے عید اسلام ہو چکے ہیں۔ لہذا ہم سب مغفور ہیں۔ مالک یوم الدین سے اس کا رد ہو گیا۔ اس طرح کہ جیسے یہ غیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنی صاحبزادی حاتمہ الرضیٰ کو فرماتے ہیں کہ آخرت میں تم سے ان کا مالک چھپے جائیں گے۔ کائنات میں نشانہ پیدا کر دے۔ جیسا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا لقب اب بھی باپ رکھا ہے۔ وہ کیسی میرے شہد کو دیکھا۔ بلکہ وہ مسلمانوں پر بھی کرتے ہیں۔ کہ ان کا کوئی اب یعنی باپ نہیں ہے جو ان پر شفقت کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اب ہے اور اب کی شفقت عام ہوتی ہے۔ مگر وہ رکھ چاہیے کہ باپ کی تربیت ایک خدا اور اللہ کے اندر ہوتی ہے۔ یہاں شفقت کے معنی کا الرحمن اور یہی ہے اللہ کا کیا گیا۔ ایسے نام شہادہ کا کہ وہی مسلمانوں کا رد بھی ہو گیا۔ جو جنت کی آیات کا انگریزوں پر جس کے پاس حکومت ہے۔ اور وہ ان کی آیات کو مسلمانوں پر چپا کر دیتے ہیں۔ گریبا کہ انہوں نے اس علم دنیا کو یوم جزا قرار دیا۔ دیکھا ہے جب کوئی قوم بغاوت کرے تو حکومت میں سے جس فرد کو گولی سے لڑا دیتی ہے بعض کا پیل میں ٹرنس دیتی ہے۔ پھر پھر پھیلایا جاتا ہے۔ اور تادمہ شہادتیں ہوتی ہیں۔ مختصر باقاعدہ صاف میں پتی ہو کہ ہر سزا ملتی ہے۔ پھر میں میں اگر کسی کا نگلی پہنچانی ہو تو فیصلہ سے پہلے اسے جیل میں نگلی پہنچانی

جاتی ہے۔ اور جس سے رعایت کرنی ہوتی ہے اس کو راحت پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن تو اندھیر گدی ہے۔ خداوندی رعایت تو ایک خاص قسم کی حکمت کا تقاضا ہوتی ہے۔ اگر دنیا کو ہی بھارت کا کل فرد وہاں جلتے تو پھر وہ صوبہ کرنا ہو گا۔ کے افسوس خبیث ہوئے۔ بلکہ ان کو پس دیا گیا۔ تو کیا خود بدستور کیا جلتے لاکھ دو سو بیس کھنڈے دے گئے۔

الاصلاح پہلی کی جزا اور سزا تو ایک قسم کا نرا اوپل ہے۔ اصل سزا آخرت میں ہوگی۔ اور پرمک کی حالت میں کی طرف اس لئے ہے کہ کفر سے واضح ہو جائے کہ وہ جہنم کو اور موت جہنم نہیں جس میں کوئی کلفت نہ ہو اور کوئی کلفت یہی ہیں جس کے ساتھ موت نہ ہو سب سے بڑی موت سفت بھی جاتی ہے۔ یہاں تک سلاہیں ہم سے زیادہ تکلیف میں ہوتے ہیں ایک حق پرست کو تو یہ کہتے ہیں کہ کھانے پینے کا ہمارا ہمارا ہمارا ہے۔ اگر اس سے پہلو وہ کہتے ہیں کہ میرے عباد کو تو عذاب نہیں تو چور کا۔ اور ڈاکو کا خطرہ زیادتی کی نگہ۔ چار دیواری کے ایک انداز کا پکڑ کر ڈاکو پر جک میں بیچ تھا۔ اس کو ایک سو۔ یہ ایک گئی تھی چنانچہ کے عذاب سے کوئی خدا بھگت نہیں ہوتی تھی۔ اس نے اعلان کیا تھا۔ کہ اگر کئے کوئی ایسی خوراک بھگت کرے تو اسے میں پکڑ کر دوڑ دوڑے اسے اور تو معلوم ہو گا کہ وہاں دار سے زیادہ کوئی کلفت میں نہیں۔ اس لئے خالص نعمت اور خالص نعمت سولے یوم عید کے اور کہیں نہیں۔ نہ کوئی بیماری اور نہ کوئی کلفت اس خالص نعمت کے ساتھ ہے اور عذاب ایسا کلفت کو راحت کی گنجائش نہیں۔

الفرط جتنے بڑے انا عرف و ہوس ہو سکے۔ حتی کہ جبار عظیم الشان کے متعلق فرمایا گیا نحن معشر الانبياء اشددا استلاء شم الا مثلى فالاعشى والحدیث اس لئے ہے کہ عید کا عید نہیں اور جہاں وہ رہا ہے وہاں اسے یوم الغفران کہتے ہیں۔ تاکہ امتیاز ہو جائے۔

بہشت آسمان کو آزار سے خاشد  
کے۔ ابا کے کار سے ناشد

اور جہنم کی آگ ایسی سیاہ ہوگی۔ جو اس دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ سیاہ ہوگی اور ایک کی اخلافت یوم عید کی طرف اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک دنیا کی مجازی طور پر اللہ تعالیٰ نے خلق کو دے رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے خلت ہوا بالیون

وَمَنْ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَرَدَاهُمْ إِلَى الْوَلَدِ ۚ إِنَّكُمْ أَعْيُنُكُمْ عَلَى الْمَوَالِئِ وَلَا تُؤَدُّنَهَا إِلَيْهِمْ ۚ وَبِالْوَلَدِ عَلَيْكُمْ الْوَلَايَةُ ۚ وَبِالْوَلَدِ عَلَيْكُمْ الْوَلَايَةُ ۚ وَبِالْوَلَدِ عَلَيْكُمْ الْوَلَايَةُ ۚ

اور میں نے تم پر غلبہ کیا ہے۔ اگرچہ حقیقی طور پر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ لیکن اس سے یہ ظاہری اور مجازی پرستی اٹھ جائیں گے۔ محض اس دین کے سوا اور کوئی بھی ملک نہ ہوگا۔ واجب انسان ایک چیز کی نذر وہ تعزیت کرتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز ہوگا۔ جسے غور پر جائز ہے اور استنباطی پیدا ہوتا ہے صفات کی وجہ سے اور کبھی کبھی ہے۔ اختیار کتب ہے۔ کہ ہم کہاں گئے۔ حق تعالیٰ کی توفیق و شہادت ہے کہ وہ درہم سے اس کی ذات حیاں ہے۔ اور نہ وہ جب یہ تصور کرتے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ملک اور ملک میں محاط ہوں تو بے ساختہ کہہ اٹھا کہ ایک دین یا ایک چاہیے تھو شکر کے اس شخص کو گویا کہ تم کس دین کیا جا سکتے۔ یہ بھی مطلب ہے۔ اس حدیث کو آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عبد اللہ کانٹا شہد کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کر دو گویا کہ تم نہیں دیکھ رہے ہو اگرچہ دنیا میں روزیت ماری ہیں سو کتنی۔ مگر اس شخص کی عبادت کو فرض کر دیا گیا۔ تقدیم مصلحت کی وجہ سے حد کا فائدہ حاصل ہو گا۔ اس سے اور ان کی نفی ہو سکتی ہو کہ تو ہی سب کا ملک اور ملک ہے۔ ایک ملک میں دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ثبات اور غیر اللہ کی نفی۔ تو جو چیز جو گناہ کہ بھروسہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو اس طرح یہ کلام باقی کے کلام پر مرتب ہو گئی۔ مگر بجائے ایک نعت کے ملک نعت کہا جائے۔ تو اس سے یہ فائدہ تو بہ حاصل نہیں ہوتا اگر کہا جائے تو یہ عبادت ہے۔

یہ واقعی عبادت تیرے لئے ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ یہ نعت اور ان کی عبادت کرنے والے بہت ہوں گے۔ نسبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے اگر کلام کو استحقاق کے لئے کہا جائے تو یہ ہوں گے کہ تیرے لئے عبادت کا استحقاق ہے۔ مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا یہ کہنے والا بھی عبادت کر رہا ہے۔ اس میں سب سے ملک العبادت کو ایک نعت کی بجائے رکھتے۔ مگر یہ ایک بعد کے مصلحت کے پاس بھی نہیں چل سکتا۔ ایک نعت میں حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ کہنے والا ایک ہی ہے۔ مگر اس میں بہت سے نکات ہیں۔

مذمتی نے یہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے ہمیں تعین کی ہے کہ اگر بارگاہ ابرہی میں تم اپنی عبادت کو پیش کر دو۔ تو اس کے آداب یہ ہیں۔ اس لئے کہ فقہ کا مسئلہ ہے تو حق تعالیٰ خدا و اس چیز پر فرمیں۔ ان میں ایک چیز ناقص حق۔ مشتری کو خیار عیب ہو کر ملے۔ اب اگر مشتری یہ چاہے کہ

یہ تو چیزیں تھیں رکھیں اور اس ایک کو واپس لے لو۔ اور اس کے قتل دے دو۔

یہاں تربیت کا مسئلہ یہ ہے کہ یا سب کو خیرین پڑائے گا یا سب کو واپس کرنا چاہیے گی  
 میں میں بائع کا نقصان ہے۔ اس لئے کہ وہ بائع پہلی بڑی سبب استیجاب رکھا کرتا تھا چاہے۔ اگر  
 خواب پڑائے واپس کی جائے۔ تو اسے کوئی خیر کرے گا تو جب اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا مال  
 اور حکمت والا ہے۔ ہمارے لئے تو ایسے چاہتے ہیں ایسے لئے تو بطریق ان سے پسند کریں گے۔  
 اس سے عبادت کرنے کا ادب سکھایا کہ سب کے سب ایسی عبادت کا کر پیش کر۔ جہاد کا بائع  
 قرار دیا۔ اگرچہ سب استیجاب نہیں کی ہیں۔ ایسے آپ کو مشنری اور جنت کو شرفیاد تو فہرستہ  
 ہے کہ کہ ہم سب کی عبادت قبول فرمائیے اس میں ایسا عظیم استقامت اور ادب اور کام و توفیق ہم سب  
 شامل ہیں۔ تو سب ہم حفظ یعنی معاد ایک کو رہے ہیں۔ تو مشنری کو یہ حق نہیں پہنچا کہ وہ ایسی ایسی  
 سکے اور قرب واپس کر دے۔ اور تمام کی عبادت کو ایک کہتا اس کی حکمت یہ ہے۔ کہ اس سے  
 بھلائی ہے کہ جو حق ہی سب کے سب ایک کے حکم میں ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی عبادت بھی ایک ہیں۔ یہی وجہ  
 ہے کہ جب آیت نے ہمارے دلوں کو قوت سکھایا تو ثابتہ اھم و عظیم حدت قربا کہ سے شد  
 بلکہ نہ لوگوں کی ہدایت میں شامل نہ بھی کو آپ نے ہدایت دے رکھی ہے۔ اس گروہ کے متعلق مسیح  
 بکترنے دکھائے کہ اس سورۃ کا نام نصیم مسکون بھی ہے۔ یعنی سورۃ فاتحہ فرضی کا حضور صلی اللہ علیہ  
 اس غرضت کو پیش کرے سکے گا۔ کا وقت تجویز کیلئے چنانچہ جب اس عبادت کر رہے تو  
 فعل اس کی نہ ان ہی عبادت میں کرتی۔ بلکہ اذنیوں بلکہ سب اعضا اور اعضاء کے مدد سے عبادت کر  
 رہے ہیں۔ پس انسان سے تو یک یکنی اپنے ہر ہر عضو کو ایک مستقل جہد فرض کو یہ تو گناہ ہے کہ میں  
 اپنے کلی اعضاء کے ساتھ عبادت کر رہا ہوں چنانچہ یہ اعضا۔ نیز ہیں۔ کس سے مع حکم کا میٹو لیا  
 کیا۔ مگر بہتر توجیہ یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی تکلیف میں ہو۔ اور ایک آدمی باکر کے کہ خدایا میری  
 تمام عبادت آپ کے لئے پیش ہیں تو اس سے اس بادشاہ کی عظمت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور سب ایک  
 آدمی یہ ظاہر کہ کہ ہم سب آپ کی عبادت کے لئے تیار ہیں تو اس سے بادشاہ کی عظمت ظاہر ہوگی۔ ایسے  
 ہیں اگر ایک جہد کہتا ہے کہ میں آپ کی عبادت کرتا ہوں۔ اس سے عظمت انہی ظاہر ہوتی اور جب  
 یہ کہہ کہ تمام دیا کے عباد آپ کی عبادت کرتے ہیں اس سے باری تعالیٰ کی عظمت بھی ظاہر ہوگی۔

اور ساتھ ساتھ یہ بھی نہ ہو گا کہ میں ایسا ہوں۔ عکس برعکس ماحول اور یہ کی عبادت بھی ہیں۔ اس آپ کے شواہد  
ہے کہ عکس کی عبادت کو قبول نہ کریں۔

عبادت کے معنی غایت تہنوع کے ہیں۔ مگر اس کی کوئی حد جو ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک  
عاشق جو دنیویں برداشت میں کر سکتا۔ وہ مشرق کی خاطر برداشت کرتا ہے۔ لیکن اسے عبادت نہیں کہا  
جاتا اور غایت سے متحرک کہہ سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے کوئی معیار ہونا چاہیے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر  
کوئی فی الواقعہ کعبہ سجدہ کرتا ہے۔ تو اس کے لئے یہ فعل حرام ہے۔ مگر فقہاء اسلام سے خارج نہیں  
ہوتا۔ مگر فقہاء میں بات کے طور پر کتاب سے غایت اسلام سے ملے ہوئے ہیں۔ اس کی تفسیر کر دی گئی  
یہی وہ چیز ہے جو اس سجدہ کی آم میں پائی جاتی ہے۔ کہ فی الواقعہ کعبہ کعبہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔  
اور یہی ملنے سے مل جاتی ہے۔ اور اس کا حکم اسلام پرستوں کا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عثمانی فرماتے ہیں  
کہ غایت میں اس قدر کے عقیدہ چھینکے گئے تھے۔ کہ قرآن پرستوں کا عقیدہ اس کا ہے۔ حضرت مولانا عثمانی  
فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات کا کہ آپ میں پرستار کا حکم کیا تھا دیکھا ہے۔ اس نے اس کی تفسیر کی کہ میں  
شہرک بھی کی عبادت میں دی گئی۔ لیکن جس طرح شرع میں سجدہ و زانو، ایسا ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام  
کو سجدہ کیا گیا۔ اگر سجدہ کرنا ہے تو اس کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی عبادت کی اور حضرت یوسف  
علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لا اعباد الا ربی

ایں جو آپ کے بھائیوں نے آپ کا سجدہ کیا تو وہ بھی ملے گئے۔ میں نے کہا عبادت فی الواقعہ کہ  
غایت تہنوع سے عبادت ہے۔ سجدہ کو بھی مشن ہے۔ بنا بریں یہ خواہد ہے فقہاء کرام کا تصور کہ کہ وہ ان  
میں لڑائی کریں۔ چنانچہ ان نے سجدہ قصدی اور تطبیعی میں فرق کر دیا۔ مگر یہ سجدہ تطبیعی میں ہماری شریعت میں  
فی الواقعہ کے لئے ہونا نہیں ہے۔ سلطان محمد بن علی نے حضرت مولانا عثمانی کا جواب اس کی فرمایا کہ میں بہت  
عوسس ہوں۔ لیکن میں عام میں ہوں۔ آپ نے جو کہا کہ قرآن مجید اور سنت نبوی کی روشنی میں کہ میں  
سجدہ کو قبول کر سکتا ہوں۔ اور دعا کا کر سکتا ہوں۔ آپ جو اسے ان کے عکس سے بحث دیکھیں کہ کوئی  
بعد کریں۔ بعد انہی پر کی گویا اس کے نیچے ہو گی۔

عبادت تہنوع کا یہ ریاست میں پرستار ہے۔ بنا بریں حضرت مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ میں بہت  
کے عکس ہیں۔ مگر وہ بھی بحث کی بہت۔ مگر وہ بھی بحث کی بہت۔ حضرت مولانا صاحب مرحوم نے فرمایا ہے

[illegible]

اہل بیت ہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مشرکین نے مکتبہ نبوی کی عداوت کو سمجھتے ہیں لیکن یہ کام عقیدہ نہیں تھا کہ  
بائت کامل تھا رہیں۔ مگر انہیں چھوٹے چھوٹے حاکم و شیعین سمجھتے تھے۔ اور وہ اس کے قرب کا وسیع قرار  
دیتے تھے۔ آیات قرآنیہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور غرضات گو یہ ہیں، اس میں اختلاف نہیں سمجھتے تھے  
اس کو کہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس کا خلافت پر بھی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی عداوت میں سے نہ تھے۔  
تاکہ میں فریب کر دیں۔ اور اپنے عقیدہ کے مطابق وہ اس کے پاس مستقل عید سمجھتے تھے اگرچہ وہ  
اس کے مستقل نہیں تھے۔ مگر اس میں اس کی عداوت کا قرار نہ تھا۔ جیسے کہ اس کے خلاف کفر و کفر و کفر  
عداوت حکومات کی اس سے تو یہ ہیں۔ اگرچہ مستقل میں مگر وہ اس کے عداوت میں نہیں تھے۔  
کوئی کے لئے تھا۔ اس کے عداوت سے یہ حکومت سے نہیں سمجھتے۔ مگر یہ کہ اس کا عقیدہ کہ ایسا نہیں تھا۔  
کہ وہ اس سے دین و آسمان و دوزخ میں سمجھتے تھے اس کی قدرت میں ہیں میں میں مستقل عید تو اس  
کو حاصل ہے۔ اہل بیت اس سے و امتیاز عقیدہ کو دیکھتے ہیں جو ہر ایک میں ہے۔ یہ ہے کہ یہ میں مستقل  
نہ رہے۔ اگرچہ سخت ہیں میں۔ لیکن وہ شرک میں نہ سمجھتے۔ مگر یہ سمجھتے تھے کہ اس کے مستقل امتیاز  
اس سے نہیں سمجھتے تھے۔ جیسے آج کل کے علماء بیتیں کہہ رہے ہیں کہ اس کی عداوت میں۔ اس میں ہی عقیدہ پر

مگر جس کا معلوم نہیں کہ کسی کو بھی ایک درہم کا اختیار، عداوتیں، تقسیمیں، تشکیلات میں اور۔۔۔ کی نگرانی میں نہ۔  
جو شخص یا عقیدہ، کھتے ہوئے کسی اور شخص یا گروہ سے مشترک، کہاوتوں کا، علم کا کسی کے لئے مستقل  
اختیار نہیں، وہاں مشترک، ہو گا۔ یہ نگرانی اختیار ہے۔ "ایک تشکیلاتی قیادہ ہے، یعنی عدل و احترام کرنا، مگر  
کسی کی یا دلی وجہ کے لئے یا عقیدہ، کے کہ اس کو عدل و احترام میں یہ قیادہ بنانے کا مستقل اختیار ہے۔  
تو وہ بھی مشترک نہ ہوگا۔ مجھے کہ قرآن مجید میں ہے۔

تَخَذُوا الْحِزْمَةَ وَرَهْبُكُمْ أَرْبَابُكُمْ وَأَوْيَاكُمْ

میں پر حضرت عیسیٰ بن ماری نے آسمان سے اتر کر حضرت علیؑ کی خدمت میں اور علیؑ کی کہ  
کوئی خیرانی اور جو دی اپنے آپ کو ظہر نہیں کرتا پس آپ نے فرمایا کہ کیا میں چہ کو یہ حصار اور حصہ  
بیکر کسی امین کے حرام قرار نہیں دیتے تو تمام غلامی امین کے لئے تکیہ اور توکل کا اختیار دیتے ہیں۔

اور میں نے انھیں کسی کہنے والا تھا۔ امداد کی درخواستیں میں مستحق اعتبار ماننے اور دشمنی ہو  
گا۔ اگر کوئی صاحبِ مودت مانے، اور ان کے لئے وہ اختیار مانے، یا ان کو یہ شعور کھاد ہے، یا ان کو کسی  
کی امداد کرے تو یہ توحید کا شعار کرنا ہے۔ جس طرح کسی کے ہاتھ میں توڑنا گھنڈہ اور ہاتھ کے ہاتھ  
میں ہزاروں ہاتھوں کے ہاتھیں سرخ ہو تو ان کو اس جہت پر رکھ دو کہ وہ جی ہے، گناہ سے بچا جائے  
سے کہ یہ حالِ جاہلیت کا چھوٹا منہ ہے۔ پس توں کا سجدہ کرنا ہو تو ان کو کھار کا شمار میں چلے ہے میں  
کو خدا نے کہہ دیا

سہری وغنیسی جیسے، ستارہ کے آگے ٹھک رہا، اگرچہ پہلی طرح میں ہوا دھماکا نہیں لے سکتا تھا۔  
 علی ہادیہ، مصروف و مستلجم میں حروف و دیا گیا ہے کہ کچھ شریعت اور نظام و دیہ جیسے کا قصہ و عید و  
 قصہ کو ناست کہ درجہ دے پہلی شہادت میں تصویر دیا، جانا، جانا، فی الواقعہ کا سب سے غنیسی کہتے  
 کہتے تھے کہ وہ دت تک پہنچ گئے، تو توجہ میں دیکھنے لگے، چاہے کہ وہ کسی و شریعت عقد  
 ہے، اور سس کے بعد کسی شریعت ہے؟ انہیں اس سے ترک کے بچے شہادت اور صورت میں ہو سکتی  
 غنیس سب کی عزت کو کھاتہ و جاکہ، تہہ، داشتہ دار کے اعتبار سے جیسے کہ کچھ کسی  
 میں نہ ہو گا، جیسے کہ اس کے، ٹکڑے کو چہرہ متغیر ہو گیا، دروازہ اجستغفر اللہ کیا تم نے نہ  
 کا شریک نہ دیا، تہہ آپ سے فرما دیا کہ ہوا داشت اللہ و ہوا سب اللہ، اس کی شہادت کے تحت

جہاں تمام صوبہ کی حکومتات طاقت خنوع و مذاقہ اور کس کے مستقر امت رہا ہے جہاں  
کہتے ہیں قرآن مجید میں رشادہ ہے کہ :

رَدُّ رُفْعِ الْفُلْثِ یعنی جب کشتی اور جہازوں میں سبز جھنڈے میں تو اس سے بڑھانے کو  
 پکارتے ہیں۔ لیکن یہ کہہ کر کہ جسے کشتی اور جہازوں میں جھنڈے اور جہازوں میں جھنڈے سے آواز نہیں  
 نوازے، فلک کو پکارنے کی کہانے تھے۔ اور اس سے یہ کہہ کر کہ جسے کشتی اور جہازوں میں جھنڈے سے آواز نہیں

ام شوال کے کھیتے کہ بہت مشکلیں پیدا ہوئی ہیں کہ ان میں بھرتے کے بجائے نام نہاد مسلمان  
 تو یہ موقر ہیں جو انہ کو پکارتے اس کو کیا جانے گا تو حدت مولانا نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہیں تو  
 تقسیم کر دیے مگر یہ جہل و غیبت کے کہ ان میں مغرب ان میں ہیں مگر یہ مستحق غیبت نہیں کہ ہے  
 یہ ان میں مغرب ہیں بے گناہ نہ غلبے کے ملت یہ دبا و سطوس لگے یہ مسلمان ہیں مگر یہ غیبت کی  
 یہاں تک کہ انہ کو ان میں مشکلیں ہیں و غلام

جہاں یعنی کائنات تصور و حیات پر تو کسی کے کس کی وجہ پر کچھ ناقص آدمی میں سے گاہے آگے چلے جاتا ہے۔ وہ ایک نظریہ پیش کرے یا کچھ سوال کی وجہ سے حلقے سے اس کے کئے ملت، انہیں بدست کر، ہے۔ وہ کلاسیک ایک صورت پسند آگے سے۔ مگر کئے انہیں بدست کرنا ہے۔ جیسے بدل کو بدست سے کہتا ہے۔ جسے وہ بدست سے نقل کیے اور کچھ اس کے کہ وجہ سے چلتا ہے مٹی کو جازو۔ بدست ہی میں بند رہا۔

جن کو ایک دفعہ ہے کہ فیضِ ماسیہ کیلئے ایک دھندلیجھوٹے کہا کہ اگر تیرا کوئی مطلب ہو تو کہہ سہا کر دیں گے تو اس سے جھوٹا من سے کہا کہ تم یہ سے بچتے تھوڑا دات سے کہہ کر یہ تھوڑی سی بات ہے حضرت نے جواب دیا اگرچہ تھوڑی سی بات ہے میں سے تھوڑی سی بات ہے اور یہ کہ آپ کے ذات سے اس پر اس کی کہیں تو وہ کہیں نہ ہو کہ آپ سے بہت کر کے کہہ چکا ہوں یہ کہ اس کو حرفِ واقع سے بچنے۔ جیسے کسی حکم سے بچنے تھوڑا۔ اگرچہ اس میں اس کا کہہ چکا ہے۔ تو اس کے چار دوا سے۔ تو مسدات میں یہ چاروں مسدات سے ہیں وہ اس طرح مسدات کی مسدات سے کہ تھے تفرق اور حضور کے درمیان ہیں اس پر نعم کر دیتے ہیں۔ تو پاک مسجد کے بعد کہا۔



## اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

استغاثت کا معنی مدد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تو اس سے کئی روایات ہیں، اس معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہ جو وہ جب احتیاج ہو مگر استغاثت نام ہے۔ چھپے قہمت مدد حاصل کرنا۔ اس پر شہرہ ہوتا ہے کہ یگانہ کی تقدیر ہو کر نہ ہو جاتی ہے۔ تو حکم طلب بھی ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ حالت سے بالکل مدد حاصل کی جلتے۔ حالانکہ حکم وغیرہ سے مدد حاصل کی جاتی ہے۔ اور غرض حاصل کرنے کے لئے کئی اشیاء و مشغول ہیں

ابو داؤد و ترمذی و مسند احمد و مسند ابی یوسف

تو اس نے کئی آدمی و عورت - ۲۰ -

غرضیکہ فرض اشیاء ہیں وہ سب سے وہی اسباب کے ہیں اور سبب جدید ہوتا ہے۔ تو میری نسبت مدد حاصل ہوتی ہے۔ و انھما اس پر شہرہ ہیں۔

۱۔ یہ ہے کہ ایک استغاثت حقیقی ہوتی ہے۔ کہ مستغاث کے لئے ہیں جو۔ اور اس کے حقیقہ اور قربت ہیں جو بات کرے یا کہے اگر اس کیفیت سے مدد حاصل کی جلتے کہ وہ اس سے اور زیادہ ہے

۲۔ یہ ہے کہ اس سے حقیقت پر پہنچے۔ اسے استغاثت جاری کی جلتے ہیں۔ چھپے اشیاء و اشیاء کی حرارت کا جواب کر رہا ہے۔ جب سبب کی اور غیر اس کے سبب سے ہوا جلتے تو وہی ہوتا ہے تو اگل اس

نہ سے گنتی ہے اگر و شہرہ نہ ہوتا تو صاحب میں کئی چیز ہیں مگر اس اشیاء و شہرہ حقیقی حرارت ہیں بلکہ اس حرارت کا معدن اشیاء ہے۔ شہرہ اس کا اس سے اور زیادہ ہے۔ کہ حشر کے لئے اس

میں ایک ہی چیز۔ کھینچے کہ جس کے درپورہ شخص کا معدن چھپا ہوتا ہے۔ یہی ہے کہ سبب راستی چھپا ہوتا ہے تو گھر کے کھنڈے کہ اس سے ہوتا ہے چھپتی۔ مگر حقیقت میں یہاں تک کہ قدم نکالو۔ اس کے کہ

کہ یہ کہ اور شخص کے لئے سے سبب ہے۔ اس کشف سے مددوں نکالو اور داخل سبب کا اطلاق ہے کہ چھپا ہوا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو گھر اس لئے نکلتے ہے۔ کہ سبب اور چھپا ہوا سبب اس

ذہن مانو ہو جاتی ہے۔ تو دنیا میں بھی شہرہ ہیں۔ اس کے لئے اسباب ہوتے ہیں۔ کہ کہ وہی چھپتے ہیں۔ گھر کی کھینچ اس میں کھینچے ہوتے ہیں۔ اس میں سے پہلے حرکت ایک ہوتا ہے کہ وہی ہے

اس کے اور یہ چھپا ہوا سبب پر نہ حرکت کرتے ہیں۔ تو حقیقت چھپا ہوا اس کا ہوا۔ سبب سے پہلے ہیں

حقیقت میں استغاثت تو اس ذاتِ باری تعالیٰ سے ہوئی۔ وسائل اور اسباب سے استغاثت ظاہری ہوئی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بادشاہ یا امیر کے ان پہاڑی جو۔ تو وہ اپنے پہاڑ کے لئے اپنی حق کے مطابق انتظام کرتے گا۔ کھانے پینے، موٹر والے۔ ہاسپان۔ انفرجیکٹ سب کو دیات کر دیں۔ یہ سب تو کر چکا کہ اس ملک کے چوں۔ ان میں سے اگر کوئی کام کرنے سے انکار کر دے تو ملک بہت شرمندہ ہوگا۔ اگر وہاں کسی دوسرے آدمی سے کام لے جو اس کے لئے متعین نہیں کیا گیا۔ تو یہ نقصان دات ہوگا۔ اس لئے جو کام ان لوگوں کے پس میں نہیں ہے۔ تو ہزاروں سے بڑا مسئلہ کھڑا کر دیتے گی۔ جسے اگر دوسری کو کوہ ہارنے کے ہم بیت ساکھانا چاہا کر دو۔ تاکہ میں پارسل کر دوں۔ تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے ایک محدود دائرہ ہے۔ میں میں وہ کام کرے گا جسے ایسے ہی آدمی پہاڑ ہیں۔ اور آپ کی سب مشابہ۔ اس کے لئے تو کر چکا کہ ہیں۔ تو وہ اپنے دائرہ کے اندر وہ کر خدمت کر رہے گے۔ مگر ان اسباب سے وہ کام لیا جائے گا۔ جس کے لئے یہ سب بنائے گئے ہیں۔

اسباب دو قسم ہیں۔ ایک طبعی جیسے دوا کھانے سے سرخس کا غلاف ہوا۔ پانی سے پیاس بھگتی ہے۔ اور دوسرے شرعی اسباب ہیں۔ آج میں تجربہ سے معلوم نہیں۔ مگر انبیاء اور اہل رب و عالمی سے معلوم ہوتے جیسے دوا۔ سبب ہے۔ یہ یقین نہیں بلکہ شرعی سبب ہے۔ ان دونوں قسم کے سبب کا چھوڑ کر کوئی دوسرے قسم کے اسباب سے استغاثت کرے گا تو وہ حق ہوگا۔ جیسے قبر پر جا کر اول دہانگنا یا بابا شرمی میں سے ہوں کہ کوئی کسی ہی اور دی نے یہ ہیں کہا کہ قبر پر جا کر اول دہانگ۔ اور میں اطمینان کہ ہے۔ کو قبر پر جا کر اول دہانگ۔ تو جو ان اسباب سے دے گا تو وہ ان اسباب کے ملک یعنی سبب الاسباب سے مدد حاصل کر رہا ہے۔ صحیح کرام میں سے کہنے یہ نہیں کیا کہ وہ مزار خونی پر پہنچ کر گھر کو نہیں کہیں حق اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ کہنے یہ نہیں کہہ کر اسے نبی۔ بلکہ اللہ اور۔ ایسے اللہ کرنے والا تو حیات کا نا ہے۔ جیسے خدا احسان صاحب نے ایک درخت کو آم تصور نہیں کر کے حاشا کہ کوئی شروع کا۔ درج بدرج صاحب کہنے گئے۔ جب بھی کی دوستی ہوئی تو معلوم ہو کر وہ درخت تھا

ایسے جہد و مشرک اپنی دلیہ کی جہاد کرتے ہیں۔ وہ یقین تو حیات کے ماتحت کرتے ہیں کہ وہ جب وہ وہاں طاعت ہوگا تو ان کو چاکر کا مسکریہ اور اس میں کرنے گا۔ اگر شفقت کرے گا تو وہ چار دہے انتظام کے طور پر دے دے گا۔ بلکہ مسکریہ کی پہلی ملک کو کہے گا۔ اس طرح ہاؤں سورج چاند وغیرہ انسان یہاں

کے لئے اگرچہ کہ مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ وہ ایسی بات ہے جس سے نہیں جکڑ سکتے۔ یہ ایک جھٹکی کی حد سے نہیں

پہنچا رہے۔

یہی ہم ہر روز مسد گشتہ و فرمانبردار

مطہر اصفیٰ نہ پایہ کہ تو فرماں نری

صرف اللہ کی عبادت اور صرف اللہ تعالیٰ سے خدا حاصل کرنا ایسا ہے کہ تمام اسلام کا دار و دار  
اسی پر ہے۔

جسے کہتے ہیں کہ انسان مجبور و محض ہے۔ اور قدر یہ کہتے ہیں کہ انسان ہر فعل پر قادر ہے۔

إِنَّا لَنُفِئُكَ لِقَابُكَ لَتُفِيئُكَ سے دونوں راستہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ انسان  
عبادت کو اپنی ذمہ داری منسوب کر رہا ہے۔ جبروت نے کہا کہ إِيَّاكَ لَتُفِيئُكَ کو کچھ۔ جسے وہ قدر کے وہ ہیں  
اپنی سخت و ایجابات دونوں کو خاک کر کے کہتے ہیں کہ یہ سارا مستند ہے۔ خداوند مجبور ہے اور نہ مختار ہے۔ جیسے  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ انسان مجبور ہے یا مختار ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایک مالک  
کو اٹھا کر گھڑا جو بچہ پھر فرمایا اور دوسری ٹانگ کو اٹھا کر گھڑتے ہو جانے تو اس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ جس  
پر آپ نے یہ فرمایا کہ اس انسان بھی ایسا ہے کہ اس کو ایک ٹانگ قدرت اختیار کی اور دوسری ٹانگ  
جبر کر گئی ہوئی ہے۔

اس سے یہی چہ روقی بشر کا یہ حال ہے

پھر کیا کرے صاحب ذہن الخیر۔

الاصلاحیہ ایمان و بہت اس چیز کا بیان ہے جو اوجہ سے منظور ہے اور اس کے مستحق ہے  
اس پر یہ بیان ہے جو اوجہ میں عبادت سے منظور ہے۔ محمد بن عبد اللہ افشاریہ پر جو تھے۔ اس سے  
الْحَمْدُ لِلَّهِ کے جواب میں فرمایا ہے کہ۔ حمدی عیدی میرے بندے کے میری تعریف بیان کی۔  
وَرَبِّهِ التَّحَنُّنُ التَّجَبُّنُ کہا۔ شاعر علی عیدی فرمایا۔ اور جب مَا إِلَٰكَ يَوْمَ لَتُفِيئُكَ  
کہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں حمدی عیدی میرے بندے کے میری تعریف بیان کیا اور  
جب إِيَّاكَ لَتُفِيئُكَ سے تو فرماتے ہیں۔ ہذا لیسٹی و بلیٹی عیدی  
و لعیدی ما سالی کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاہدہ ہے۔ میرے بندے نے

جو کہ میرے ہاتھ اس کو مل کر رہے گا۔ نواز نے اس کی بجائے لاکھ العبادۃ و بالاحسان مستعان میں نہ  
توبہ سے کاحیات گذر دیا تا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا مستعان اور معبود پر تا معلوم ہوتا ہے۔  
بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان اور اور بعد بتایا گیا۔ یہ بھی نہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ مستعان ہے۔  
استغاثت مدد حاصل کرنا۔ اس کی ضرورت عہد پڑتی ہے جب کہ وہ کام کسی کی طاقت میں نہ ہو۔  
اور اگر کسی کی قدرت میں ہو تو وہ مسئلہ کو نہیں کہے گا۔ جیسے قلم کو خطا، استغاثت میں وہ چیزیں ہوتی ہیں۔  
ایک تو اپنی کاشش کہ جس کو وہ خرچ کر چکا ہو اس سے نہیں نہیں ہوتی اس سے وہ سب سے مدد طلب  
کرتا ہے اگر اس کی طاقت میں ہو تو پھر اس سے مدد طلب نہیں کرتا۔ البتہ جو کابل مشہور ہو۔ جیسے کھنکھ  
نشد اور اس کو وہ مشہور ہے۔ تو حاکم تو بات نہیں مگر جو آدمی ہو گا۔ وہ اپنی طاقت کے مطابق ضرور  
کاشش کرے گا۔ جتنا کہ ابھی نہیں بچے رہے گا ایلہ والہم شاشنہ شراہ رانی ہے۔  
جس طرح طاقت کو کہیں کرتے ہیں پورا بچاؤ لے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب ہو گا۔ وہ یہ ہے۔  
کہ بعض اشیاء کے اسباب اپنے ہوتے ہیں جو ہمارے اختیار میں ہوتے ہیں اور بعض اسباب ہوتے ہیں۔  
اور بعض جمع ہوتے ہیں۔ مگر موافقہ و علی نہیں ہو سکتے۔ جیسے ریل گاڑی اگرچہ ریل کا ٹریک نہیں ضرور ہوتا ہے مگر  
معاذ پیش رفت کی وجہ سے وقت پر نہیں پہنچ سکتی۔ تو ہم کچھ بعض اسباب اپنے ہیں کہ ان کے موافقہ  
ہیں۔ موافقہ کو علی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے تو ان اسباب میں آئی کہ کابل نہیں  
بنائی۔ بلکہ اسے تقسیم دیتی ہے کہ پہلے اپنی کاشش کرے۔ پھر مدد طلب کرے۔ اس نے پہلے ایک نعرہ دیا  
گیا۔ کہ ہم سے جو کہ ہو سکتا ہے وہ تو ہم کو ملے ہیں۔ حکم بجا ہوتے ہیں مگر اس کو ہاں نہیں کہ نہیں ہو سکتا  
بظاہر تو یہ ہے مدد طلب کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے حضرت شیخ الحدیث سے مروی عثمانی مرحوم  
نے فرمایا تھا۔ کہ کیا آپ ایک ام القلاب برپا کر دیں گے اور تمام مسلمانوں کو وہ دم پریم کر دیں گے۔ تو آپ نے  
جواب فرمایا کہ بندہ کا تو یہ کام ہے کہ کوئی حد و پیش آئے تو پہلے طرہ انکرتے اسے سونے کہ اللہ تعالیٰ کی  
مرضی اس کے چھوڑنے میں ہے یا کہنے میں ہے۔ اگر اس کے نزدیک مرضی ہو سونے کہ بلکہ یہ کام کرتا ہے۔  
پھر نکلا ہے جیسے کسی آدمی سے اللہ تعالیٰ فرمائی کہ تم آسمان پر چڑھو تو پہلے وہ چار پائی سے نکلے۔ اور  
جہاں تک ملے ہوئے اسے کہہ کر چلے۔ پھر استغاثت طلب کرے۔ شیخ عطاء نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ  
ایک آدمی پہنچتا رہی کہ جس کی غارتگی کے لئے جاتے تھے۔ مگر وہاں تک پہنچ کر واپس آجاتے تھے۔ اور

کہتے تھے کہ میری قسمت میں تھا تھا۔ اگلے کا مسئلہ آپ کے سپرد ہے۔

نام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ آکل نہیں ہے کہ وہائی کہ چوڑا دیا جائے۔ بلکہ اسے غسل کہاجا  
 اور ضرر سے فرقا اسباب کو معلوم کرنا ہوتا نہیں ہے۔ بلکہ اپنی بہرہ رفاقت مرثیہ کے کہہ کر اٹھ  
 سے مدد طلب کیے۔

إِيَّاكَ تَسْتَعِينُ سے جو استعانت لکھی جاتی ہے۔ اس میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعض  
 ہیں کہ مستعانت راجع امور ہیں ہے۔ اور یہی لکھی ہے کہ خیر کے امور میں مدد طلب کی جائے۔ اور بعض کہتے ہیں  
 کہ یہ دعا کے حصول استعانت طلب کی گئی ہے۔  
 عبادت دو قسم ہے۔

۱۔ میں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت حکومت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے۔ تو ہم انکرم مطلق  
 گئے۔ اس صفت حکومت کے لئے بعض عبادات ظہریاتی ہیں۔ اور بعض عبادات ایسی ہیں کہ جن کا تعلق صفت  
 جبروت سے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ شَيْئًا وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَرَ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَرَ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَرَ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَرَ  
 وہاں اگر کسی کی اطاعت کو جاتی ہے۔ تو وہ اسی وجہ سے یعنی کئی محبت کے جذب سے جیسا کہ ماضی

کا معلق کی اطاعت کرنا۔ اور کئی کسی کے خیر و غضب سے۔ جن میں صفت اور دلخ صفت کے لئے  
 محبت کے اسباب ہیں۔ اور وہاں میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ۔ ان کا تعلق صفت حکومت اور جبروت  
 سے ہے۔ راجع اور درہ ای دو عبادتوں کا تعلق صفت جبروت اور جلال سے ہے۔ تو وہ عبادتیں جلال اور درہ جلالی ہوتی

ہیں عبادتوں میں سے جو ظہر حکومت ظہریاتی ہیں ایسی ہیں سے افضل اور انکل صلوٰۃ ہے کہ اس میں باتوں کے حضور  
 کے آداب سکھائے جاتے ہیں۔ اس میں اور تربیت کی چیزیں ہیں۔ مگر ان میں سے ایک معراجی بھی ہے۔ کہ پہلا

عقاب۔ پھر سلام و آداب۔ اس کے بعد صرف مطلب نہائی پر فرمایا جاتا ہے۔ اب اس میں بد سے کہ  
 اللہ تعالیٰ کے عتاب میں عرضی پیش کرتی تھی۔ اور اس کے آداب معلوم نہیں تھے۔ اور اس کے عقاب

میں معلوم نہیں تھے۔ جیسے ایک بیٹے نے اپنے باپ کو قتل و کبیر اور بخت اشرف وغیرہ کے عقاب کئے۔ تو  
 اللہ تعالیٰ کے عتاب سے اس نے اللہ تعالیٰ کے اور کئی بچاؤ۔ اس نے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کا حکم

بناکر نازل فرمایا۔ الحمد للہ سے اس کے عتاب۔ پھر اپنی خدمت اور غلامیت ثابت کی۔ عتاب تک تو یہاں

اس کے بعد اِذَا لَقَّيْتَهُ وَاِذَا لَقَّيْتَهُ کے جواب میں فرمایا۔ ہذا ہونے والی عہدی دلیلی ہے۔  
 ماسال۔ ہر اس نے کہ۔

## اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

یہی صورتِ الفاظ ہے۔ اس کے اس سے اس کو تسلیم المسند بھی کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں  
 لڑتے ہیں۔ ہذا عہدی اور ہونے والی عہدی ماسال۔

اھدینا میں میں کے بعد کا لفظ کرنے کی وجہ سے اس مقام میں انسان کی زندگی اجتماعی ہے۔  
 یہ کہ اگر ایک آدمی متحد ہو تو سب سے ملنے کی طاقت نہیں رکھتا اگر لڑے نہیں تو خیر فراموش ہوگی۔

ہدایت معنی اصل اللہ کا لطیف علی یا علی الی مطلوب میں اس کی صفیں امامۃ الطریق سے  
 تفسیر کرتے ہیں۔ یہ معنی عام میں آگے لے گئے والے کی قسمت ہوگی تو پہنچ جائے گا ورنہ نہیں۔ اسی معنی میں۔

اور خود ہدایت ہماری میں اس ہدایت کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس ہدایت کے مرقب میں۔  
 .. الہام ظہری۔ وہاں طبی کی ہدایت یعنی انسان اور اس کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ بعض اشیاء

کی طرف ہدایت پاتا ہے۔ جیسے بچے کو جب بھوک لگے۔ تو رو رہا ہے۔ وہ انگوٹے کسی نے سکھائے نہیں اس  
 وقت اس کے پاس توئی نہیں ہے حتیٰ کہ سب اور بھی ناقص ہوتے ہیں۔ تو وہ بچہ اور آثار سے اس کو پتہ ہے کہ  
 اسے بھوک لگی ہے۔ تو اس سے اپنی بھائی سے لگاتی ہے۔ تو اس سے پتا چلتا ہے۔ یہ سب طریقہ اس کو کسی نے نہیں  
 بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔

۱۔ ہدایت جو اس کی حواس ظاہرہ۔ جیسے سامعہ۔ بصرہ وغیرہ اور مشاعر یعنی حواس باطنہ جیسے عقل۔ اہم  
 ہر مشترک و غیرہ کچھ کے پیرا بنانے کے وقت سے جو اس کو ملتا رہتے ہیں۔ پہلے یہ صیغہ ہوتے ہیں جو ان کی  
 میں جو حواسِ جلدی توئی کرتے ہیں۔ مگر انہوں میں آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں۔ اور ان کے حواسِ عقل کرتے رہتے  
 ہیں۔ جیسے درجہ دلیلی کا ایک ذرا سے قریب کہ کہ ۱۰۰ جیسے۔ بک رہے آدمی کے حواسِ عقل کرتے  
 ہیں۔ جیسے بعض حکماء نے زمین کی حرکت تسلیم کیا ہے۔ مگر اس سے وہ حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ اور جب پادل  
 مثلاً رہے ہوں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ چل رہا ہے۔ حالانکہ وہ پادل چل رہا ہوتا ہے۔ بہرحال جو اس  
 اپنے دائرہ میں محدود رہتے ہیں۔ پھر بھی اس میں عقل کرتے ہیں۔ اِنَّمَا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِنشَاءً اِکْرَامًا

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبُطْءِ .

۳۔ جہاں حواس کام نہیں کر سکتے بلکہ عقل کے ذریعے سے اس مشیہ کا ادراک ہو سکتا ہے۔ بعض مشیہ ہیں کہ وہ حواس طبع کی حدود میں نہیں۔ جیسے کیمیا کا ادراک۔ اور دوسرا یہ ہے کہ جہاں حواس طبع ہیں مگر عقل ان کو متنبہ کرتی ہے۔ جیسے عقل بھی غفل کرتی ہے۔ اور اس کے لئے بھی ایک عمل ہے کہ عقل سے باہر نہیں ہو سکتی۔ تو جیسے بعض مشیہ ہیں کہ جہاں تک حواس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ بعض مشیہ ہیں کہ وہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کثرت تک پہنچا۔

جو دیکھیں گے گھر گیب وہ لائے تباہی کو گھر  
جو سمجھیں گے آگاہ وہ خدا کیوں کر جوا

اس طرح عالم آخرت کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا۔ دوسرے جیسے حواس غفل کرتے ہیں۔ عقل بھی غفل کرتی ہے۔ وہ تمام صفات ایک بات پر متفق ہوتے۔ حادثہ کوئی نام کے حادثات کا قائل نہ رہا کہ ان کے قیام کہتا ہے جہاں تک اعتقاد ہے کہ جو مشیہ کو نام ہو وہ کہتے ہو وہ وہ ہیں۔ بلکہ بعض سے یہ بھی کہتے ہیں۔ عقل میں مسئلہ میں دس ضابطہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک تو بھیج ہو گا۔ خدا ہوں گے۔ تو عقل کی دقت میں ہر شخص حواس طبع سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کہ وہ بہت غور کریں کہ ان میں سے ان کے لئے ایک بات ثابت ہے۔ کہ جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے اللہ نے انبیاء علیہم السلام اور کتب آسمانی کے ذریعہ ہدایت فرمائی ہے۔ تو یہ اس سب سے نجات دلائی ہے وہ دیکھیں۔ وہی اور انبیاء علیہم السلام ہیں۔

۴۔ یہ عقل کی سب مشیہ ہیں۔ مگر عقل کے واسطے اور قافی نہیں۔ زندگی۔ قصہ وغیرہ انسان میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ مشیہات اور لغات وغیرہ اس عقل کو پھیر دیتی ہیں۔ کہنا چاہئے اور بھیج مشیہ کہ جہاں حواس طبع اس کے ادراک کا کہنے میں عاجز رہتے ہیں۔ جیسے کہ اپنے اپنے کا دئے قدرت گوی مقررہ وغیرہ پر تو کہتے ہیں۔ اور آج کل ملائی اور پیشہ ورانہ میں اپنے ذہن کا کہنے پر مخالفت کرتی ہیں یہ لڑاؤ وغیرہ عقلی عوامل کی عقل پر غالب نہیں آتیں۔ بلکہ اللہ کا طریقہ بھی اس کا سرگرم ہوتا ہے۔

چنانچہ صوفیہ کے ایک مولوی کا واقعہ مشہور ہے۔ ایسی ہیئت کو تو فریق۔ ارشاد۔ نہایت امیر ویک ساتھ قبر کیا ہوتا ہے۔ مگر ان دعا و دعاوی سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہیں۔ اسی چیز کو طومر قلب کے کہتے

شرع سے اھلنا الصراط کی دعا کرنی چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے انتہا اور اس کی پناہ و ڈھونڈ ہے۔  
یہ ایک نوید ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کے دل میں شامل کرے یہ اسے منزل پر پہنچائی ہے۔ اس کی  
قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ **مَنْ حَقَّقَ قَلْبَهُ فَإِنَّهُ رَاحَ عَنِ حَرِّ جَهَنَّمَ**۔

یہ سب چیزیں باقی جائیں مگر اس پر کیا الوناس ہے کہ جو چیز آج میں قرآن مجید میں ہی معلوم  
ہوتی ہے۔ وہ اکل بار سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ جو چیز پہلے سے بھی مانی تھی اس کی بار کے آثار سے تائیدات  
کوئی شروع کرے۔ یعنی اس پر قائم نہیں رہتا۔ تو اس کے لئے دعا مانگتے ہیں۔  
**وَقَدْ لَاحِظُوا قُلُوبَنَا بِهَذَا هَذَا يَقْنَنُ**۔

ترجمہ۔ میں سے ہمارے رب۔ ہدایت کے بعد ہمارے وہیں کو موڑنا دیتا۔

اسی کا نام وہ تمام ثبات اور استقامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیب علیہ السلام کا جب ایک  
قوم نے اٹھکی اسی تھی تو آپ نے فرمایا۔ **وَلَوْ كُنَّا كَارِ هَيْفَ مَرَقَدٍ لَفَرَّيْنَا عَنْهُ كَذِبًا إِلَّا**  
**بِإِتْمَانٍ**۔ یہ تو خود اسی جس کا کھٹل صحت ہے۔ وہ بھی جی فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو  
ہمیں اس وقت باطل میں واپس لایا جاسکتا ہے۔ مگر چونکہ اس کا وعدہ اس نے اس کی شیت نہیں  
ماری اسی طرح صحت پر ہم علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بلکہ یہاں شہادہ نہیں کیا  
سکتیں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں۔ **لَوْ لَا أَنَا**  
**لَشَكَّ كَلَّ لَمْ يَكُنْ تَسْمَعُ عِزِّهِ** کہ اگر ہم آپ کو قریب ہر نام ثابت نہ رکھتے تو قریب خاک آپ  
کی طرف جھک جاتے۔

ای صورت پر شخص بالذات عزیز الی اللہ ہے اور سب کا اس بات کا خوف ہے کہ ہدایت  
پانے کے بعد کہیں گواہی کی طرف مائل نہ ہو جائیں

یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ مگر اس ہدایت میں ازاد و ہر کہ۔ وقت موعود کی طرف ہر تھپتھپتہ  
اسی کو قرآن مجید میں بھی عطا فرمایا گیا۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ مگر کونکے وقت یہی اہم الیہ کی کوئی  
ہر نہیں ہے

اسے ہر اور یہ ہدایت در گجے است  
ہرچ ہر دے میر کی ہر دے بکت



جائیں ہر رکعت میں اور ہر نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُسْتَقِیْمِ کا دعا لگائی جاتی ہے کہ اس  
سات اقسام کی جہالت میں ترقی کرتا رہوں اور جہالت میں نہ آؤں اور جب میں نے اللہ کے کاظم جو  
اور کاظم کا کام ہے کہ وہ اپنے آئینہ حکم پر مکرر رہے۔ اس لئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہہ لیا۔

## الضَّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ

یعنی سیدھا راستہ سنت میں صراط کے معنی طریق و سبیل وغیرہ کے آتے ہیں مگر ہم اغلب اہل عربانی  
فہماتے ہیں کہ صراط واحد و یاسین دونوں طریق ہیں۔ تو جہاں جہاں ہے صراط کے معنی بیان کئے ہیں وہاں  
کہا ہے کہ صراط طریق مستقیم یعنی سبیل دینی کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی میں شارع میں عمل ہو۔  
نظر کر لینا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ مَرَدُّ الْعَصَامِ مِیْنُ کَمَا تَلْکُوْا لَکُمْ۔ تو صراط اس راستہ کو کہا جاتا ہے کہ جس کو  
پہنچنے والا آسانی سے طے کرے۔ گو یا کہ اس کو ٹھکے۔ جس سے باری تعالیٰ سے صراط کو اکثر استعمال کیا  
ہے۔ اس میں نیز نے کھجور کے قدام اہل ملت کا اتفاق ہے کہ صراط میں واضح کو کہتے ہیں ایسا بہت  
وضوح کے اعتبار سے ہوتی۔ پہلی سبوت تو اخبار سنت کے نقلی چنانچہ اسحٰب صلی اللہ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں۔ صَبِیْتُ الْمُسْتَقِیْمَ نَحْبَہُ نَحْبَہُ نَحْبَہُ۔ عربیہ کا لفظ ہے دو قسم کے ہوتے ہیں۔  
ایک تو وہ کہ سبیل تو ہے لیکن وہ دال اور سے پہنچا ہے مگر ایک راستہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں میں  
بیرہ چہم اگر تاج ہے۔ اس نے صراط کی صفت مستقیم دینی لگائی چنانچہ دینی دے کہتے ہیں کہ دو مغرب  
کے درمیان صراط مستقیم کہینا ہے وہ باقی ضوابط سے ضرور ہیں چنانچہ کسی خدا میں ساتوں بڑی  
ہوتی ہو اگر نہ ہے۔ مستقیم کسی تو عروج کی حد آتی ہے۔ اور کسی مستقیم کے معنی اعتدال کے  
آتے ہیں جیسا کہ تاؤس و دیوے کھجور کے۔ استعمال معنی منزل تو ہے یہ ہونے کہ وہ راستہ  
افراط اور تغریظ سے خالی ہو۔ تو وہ بھی ہونے۔ اب۔ اذ ہے کہ منزل مقصود کیا ہے۔ اور راستہ کیا  
ہو رہا ہے۔ اس میں اتفاق اقول ہیں چنانچہ قرآن مجید یفسر بعض بعضا۔ میں بعض قرآن میں کی تفسیر کرتا ہے۔  
اور وہ میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔

مقاصد کثیر اور حصول مقاصد اور احوال اور ملامت کے فروع اور حسب ہیں۔ لیکن وہ بھی درج  
ہر جہاں۔ چنانچہ اسخبرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ ایمان کے کچھ شترے اوپر بیٹھے ہیں۔ میں





زمن نے کعب بن اشرف کو ہر کام میں تیز کیا اور یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا... کہ وہ یہودی تھی کہ ہر ایک کو اس حدیث کا یقین تھا کہ نبوی دربار میں دشوت، سحر و شیطانی دھوکے دینے اور عینیت کرنے کا احتمال نہیں تھا۔ اس نے یہودی نے آپ کا نام تجویز کیا کہ وہ حق پر تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کے حق میں یسوع دیا۔ متعلقہ دھوکے نہ ہوا۔ بلکہ یسوع حضرت مرثیہ کے پاس سے گئے۔ کچھ لوگ آپ کے ہمہ میں بغیر معامات میں حدیث مرثیہ کو تصدیق کا اختیار دیا گیا تھا۔

ثُمَّ أَفْتَدَى بِمَنْزِلِهِمْ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْفِتَنَاتِ الَّتِي أَهْلُهَا... دانت مرثیہ ان کی دانت نہیں بلکہ دانت عام ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

وَأَنْ تَكُونَ مِنْ شَيْءٍ خَيْرٌ وَأَنْ تَكُونَ مِنْ شَيْءٍ... اگر رسول زندہ ہیں تو اس کے سامنے ہے۔ اگر وہ اس دنیا سے اٹھ گئے۔ تو ان کی منت کی طرف رجوع کیا جائے۔ آگے فرمایا گیا۔  
 اَلَمْ نَكُنْ فِي الْيَوْمِ بِرُفُؤٍ... وَقَدْ أَفْتَدَى بِمَنْزِلِهِ... یہ بطلان حق و یقین کعب بن اشرف و ما کہ سنا جن رسول لا اَنْ يُطَاعَ بِأَمْرِهِ... یہ قاصدہ میں فرماتے ہیں۔  
 وَهَذَا يَنْهَاهُمْ بِمَنْزِلِهِمْ... قَوْلِ الْحَكَمِ كَوَيْلٍ كَرِهْتُمْ... یہ قاصدہ میں فرماتے ہیں۔  
 کہتا ہے۔ آگے فرمایا۔

فَإِنْ يَطْلُبُ الْفِتْنَةَ وَالْزُّمْلُ فَأَوْتَرَكَ مَعَ لَذِيذِ الْفِتْنَةِ... مَعْنَى اس کے ساتھ وقت نصیب ہے۔ اگر چہ وہ اکیلے ہے۔ مگر یہ نہ بگے کہ میں کیا ہوں بلکہ مالک و فیء اس کے ساتھ ہیں۔  
 صم جہم میں... اس میں و صمد یعنی و الشہداء و اصحاب میں کہ انکو اس میں ہیں۔ ایک وقت صمد اور دوسری وقت صمد ہمارا کرتی ہے۔ اگر وہ ان قوتوں کی نہیں جو تو اس میں کا ہے۔ جس قدر کہ جگہ کسی میں متناقص ہوگا۔  
 اس سے اشارہ خالص جو انعام فرماتے ہیں وہ بھی دو قسم کے ہوں گے۔ کہ وہ عام صمد اور صمد خاص کہ اس کا حق نہیں لگی۔ پھر ان میں سے صمد ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں۔ مگر کمال نہ ہو۔ یہی ہے آپ کو یہ۔ مگر دوسروں کو نہیں سمجھا۔ اور ایک وہ کہ خود کمال اور دوسرے کے لئے کمال۔ یہی دونوں صمد کا ہوا۔

اس میں ان قوت صمد کے بھی کہ... صمد ہیں۔ ایک تو وہ کہ خاص صمد کے ان کا دیکھ کر دولت کہے۔ یہی صمد کہ ان کے اعلان اور وہاں سید احمد مجدد برپا ہونے کے اعلان ایسے ہیں کہ خود بھی خاص ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور دوسرا وہ کہ عام صمد ہے۔ یعنی صلاحیت عمل کی ہے۔ مگر کچھ نہ کہہ۔

اسی میں حدیث اتھ نجد، نبی نابینا، حجر سے شیش ہے، تو نبی وہ ہو گا۔ جو شعلہ لے کر خود حاصل  
کئے اور وہ مردوں کو پہنچاتے تو خبر کا حق قوت ملے۔ ہوا تو نبی وہ ہو جائیں کی قوت ملے گا۔ ہوا اور مردوں  
کو بھی پہنچائے۔ اگرچہ اس میں قوت مل ہی نہیں ہو۔

اور حدیثی وہ ہے کہ جس میں خبر کے بدلنے کی معاہدت ہو۔ یعنی قبول ہی کے لئے اس کو لقب غیر کسی  
دیں کے کہے۔ یہی بھی حدیثی ہوتا ہے۔ تو ہر نبی حدیثی ہو گا۔ مگر ہر حدیثی ہی نہیں ہو تا چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔  
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِذْ أَخَذْنَا مِنْهُمُ الذِّيْقَ أَنْ يَقُولُوا لَنَا مَرْءٌ مِّنْكُمْ يَخْلُقْ لَنَا ذَاتًا وَأَنتُمْ شَهِيدُونَ

یہو عیسیٰ کی کہ اللہ تعالیٰ سے پتلا ہے۔ اس میں اس کو کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا۔ ایسے ملے ہیں  
پتے جہاز کو مل میں لگتے۔ وہ ہوا تو اپنی جلد سے دے گا۔ یا جس جہاز کو اس میں لگائے گا۔ اگر اپنی جلد لگ  
یہی سب چیزوں سے ملے ہیں لگ ہو کر لگے اور شہید ہے۔ یعنی شہید بنی قوت لہو کا شہید ہو کر رہے۔  
صلح وہ ہے جو میں اس میں کے قبول کرنے کی معاہدت ہو۔ مگر وہ لگے لگوس کا ہر ایک نہیں لگا اس  
لئے آگے فرماؤ۔ وَخَسِرَ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَئِنْ أَسْأَلْتَهُمْ لَيُحْسِنَنَّ الصَّالِحِينَ مراد انسانی نے اس آیت کے کہ کہا۔  
کہ نبوت کا مسودہ وہی ہے کہ کہ وہ مسودہ کی قبول ہوئی ہے تو جب غلام غلام کی نصیر مسودہ اب کی آیت سے  
معلوم ہو گئی تو یہ لکھیں گے۔ اس پر پتے کا وہ ایک ہو گا۔ اور جو نہیں ہے۔ اس پر پتے کا وہ نبی ہو گا۔ چنانچہ  
یہ ان حضرت مسودہ خدائے پتے آیا۔ تو آپ نے ان مسودہ میں جواب دیا کہ وہ لگے کے راستے پر پتے کا وہ  
کہہ جائے گا۔ اور جو مسودہ لکھی کے راستے پر پتے کا وہ مسودہ لکھی ہی پتے کا۔ جو بادشاہ کے راستے پر پتے کا  
وہ بادشاہ ہی پتے کا۔ مگر سب کہ بطور طاقت کے تھا

لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ مراد مستقیم مراد لکھا ہے۔ وَجِئَاطُ مَشَاطِ لَعْنَتُ الْفَجِيرِ فَرَايَ  
لَهُ ذَرْبٌ مِّنْ وَجْهِ مَشَاطِ مَشَاطِ لَعْنَتُ الْفَجِيرِ۔ تو اس وقت مراد مستقیم ہو چکے وہ مراد بادشاہ خدائی ملے گا۔  
پھر وہ کہنے لگا کہ خدا انشا تو مستقیم ملے ہے۔ مگر نبی بنا مستقیم نہیں ہے۔ تو آج کہا گیا کہ نبی بنا مستقیم شرعی ہے۔  
صلح غلامی کا مشاد ہے کہ کہ نبوت کو ایک کسی چیز فرض کر دے ہیں۔ وہاں کہ وہ تو ایک دیکھی چیز ہے۔ تو  
مراد انبیاء کی مطلب یہ ہو کہ وہ راستہ جو انبیاء کو تم ملے۔ اور وہ راستہ جو ان شعلہ لے کر دیا۔ اور وہ  
راستہ میں پر شہید اور صاحب ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ چلے آئے اور راستہ میں آیا چنانچہ حضرت مسودہ خدائی  
دولے ہیں کہیں نے کاروانوں کے کہ کہ مستقیم میں سے معلوم قرآن کو زیادہ چلنے والا ہو۔ وہ ایک لکھنے کی نصیر

کر دے۔ اور میں بھی ظہیر کرتا ہوں۔ اس میں فیصلہ ہو جائے گا مگر وہ اس سے انکار کر گئے نصیحت الہی کفر۔ یہ قرآن کی قرآن دانی ہے۔

الاصلاح نصیحتوں اور قسم کی جڑی ہیں۔ روحانی اور اخروی۔ دوسرے دنیوی یعنی ایک اور نصیحتیں ہیں۔ جہاں کثرت اور اولاد آخرت میں نقص ہو گا۔ اگرچہ دنیا میں بھی مخلوق اور اولاد کا اس کا احساس کثرت میں اور ایک وہ نصیحتیں ہیں جی کا خوف دنیا میں ہے۔

الذی یحی الہی علیہم سے اخروی نصیحتیں مراد ہیں مگر کہیں کہیں نہ۔ بنیادی پہلی ہوتا ہے جیسے ایک قرچ کے متعلق فرمایا گیا قرینۃ آمنۃ مطمئنة حکمت سامع لکھ۔ ان الہم سے دہی سن عینان کی زندگی مراد ہے آگے مرنا۔

وہ انہا الہی لسان الخلق والحقوب جیسے اس ساتھ ہو کہ ہے۔ ایسے مذاہب الہی نے بھی ان کا احاطہ کر لیا تو چھوڑ کر اور خوف کو مراد اور بدل قرار دیا گیا ہے۔ جو اس اور عینان کی حد میں توسعہ آیت سے معلوم ہو کہ دنیاوی انہم پر بھی نصیحت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو نصیحت سے جو احاطہ کیا جاتا ہے وہ انعام نام ہے۔ جو وہ دنیوی ہو یا اخروی

الذی یحی الہی سے مراد وہ جو اگر مراد سے سعادت داری کی ہمیں جاہت کیجئے۔ تو اخروی نعم تو عین مراد ہیں۔ ایسے دنیوی ہیں جیسے فرمایا اَسْتَمُّ الرُّعْلُونَ اِنْ لَّغْنُمْ فَاَوْفِیْہُمْ سَبْعَ مِائَاتٍ کہتے ہیں اور اور آحاد کہتے نہیں ہیں۔ تو مراد سے کامیابی کا راستہ مراد ہوا۔ جیسے کسی کا مذہب کہہ جاتے کہ ہوا۔ مردہ ایک آحاد کو کہتے کہ ہے۔ تو ہمیں ایک راستہ بتاؤ جو کامیاب ہو کر راستہ ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس راستہ پر چل کر میں بھی کامیابی حاصل کروں۔ تو ایسے ہی جہاد الذی یحی الہی علیہم میں وہی نصیحت مراد ہیں۔

ظاہر مشرقی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔ کہ زمین میں ظہیر ہو۔ اور جس کا ظہیر ہو وہی مراد انہم پر ہے اور وہی خوش ہے۔ وہ مذہب جسکی فی احوال اور ظہیر اسے حاصل نہ ہوتا تو خود انہم اس سے توبہ لازم آئے گا کہ فرعون عراف مستقیم پر تھا۔ اور اپنی اسرائیل خدمت پر تھے۔ اور فرعون کے عادی بھی ہی طرح کے تھے۔ تخلیق کا مشہد یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں خوشیوں کی بنیادیں دی گئی ہیں۔ تو اس سے کجیاں لگا کر عزت جانی سے ہے یعنی جو غالب ہو گا وہ خوش اور جو خوش ہو گا وہ غالب ہو گا۔ حالانکہ یہ قطع ہے۔

بکر لازمیت ایک جانب سے ہے۔ کہ جو قوم غرض جوگی آخر اس کا غلبہ ہوا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ جس کو غلبہ ہوا وہ غرض ہے۔ جیسے حرارت شمس کا لازم ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جس حرارت پائی جاتے وہاں غرض بھی ہو۔ حالانکہ اویں حرارت پائی جاتی ہے۔ تو خصوصاً جو کہ جو قوم انھیں صا کو کرے تو اس کو تنگی فی الارض ہوگا۔ یہ نہیں کہ جسے تنگی فی الارض حاصل ہے اس میں انھیں صا کو بھی پائے جائیں۔

اردو میں

تَرْكُ مَرْوَةٍ يُرِيحُ لَمْتُ مِ حُبِّ الطَّهْرَانِ ۛ تَغْرِيسُ فَرْيَا ۛ دَلْفَانُ سَاخِ الْحَبْوَةِ لَمْ يَأْذَنْهُ بِنْدُ  
سَالَت

تو اس سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس دیا آجاتے۔ اس کو غرض کا معیار قرار دیا جاتے۔ یہ غرض صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ جو تو غیر حاصل کو نہاں نہیں ہوگا۔ یہ بھی اس میں حاصل کرنے سے تو ایک غرض کو مرتبہ جاتا ہے حالانکہ غرض ایک ہے

لَمْ تَخْشَوْهُ لَمْ تَخْشَايَ ۛ قَهْوَةٌ زَيْبَةٌ وَتَمَاحُذٌ بَدَنِي ۛ اِمْتَوَانٌ لِّدَوْدَ  
مِثْلُ مِثْلِ الْخُشَارِ ۛ اَلَمْ تَخْشَوْهُ بِسَبَبِ قَهْوَةٍ ۛ فَتَرْتَمِ يَكُونُ سَطَافَا  
دَلْفَانُ لَاحِظَةٌ عِندَ سَاحِلِيهِ ۛ تَغْرِيسُ قَبْلِ اسْتَوْدِرَ مَوْنُ ۛ وَهَذَا الْحَبْوَةُ كَلَّتَا  
اَلَمْ تَخْشَايَ لَمْ تَخْشَايَ

تو ایسی مرتبہ چیز ہے جس کا ایسا طبع مستعد بخشنے لگے جس کو دنیاوی معیار میں نہیں ہے۔ اس سے تو ایسا طبع مستعد پر غرض کیا کرتے تھے۔ کہ ان کے پاس وہ سب باتیں ہیں اور نہ ساری ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ صد میں لازم ایک طرف سے پایا جاتا ہے۔ اور بدلنے کی حرارت یہ ہے کہ اس سے تعبیر کیا ہے کہ دنیا میں سب سے خوش چیز جو قلب پر دہا ہوتی ہے وہ دقتات اور توبہ ہیں۔ کیونکہ دقتات اور خواہش کی روشنی میں خوب جیسے کسی چیز کو قبول کرتے ہیں۔ تاہم ان کی بددلی میں تر نہیں پایا جاتا۔ اس سے تاریخ کا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے جس سے قصص پر مشتمل ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان ہمیشہ چھپے لوگوں کے دقتات پر فخر کریں۔ کہ کہہ کہی وجہ سے کامیابی نصیب ہوتی۔ اور کہی وجہ سے ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ تو گویا اَلَّذِي يَخْفَى اَلْغُتْ عَلَيَّ طِبْعُ اَنْسِ اِنْ قَصَصُ كَانِي قَال دیا کہ نہیں قسم کے لوگ ہیں۔

سبحانہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور صلوات

مطابق کا خلا شریعت کی زبان میں لکھی شرائط پر مبنی مستقل ہے۔ جوئی میدان میں جنت تک کے درمیان جہنم پر پڑا ہوا ہے۔ اس پر سے ہر ایک کو گزرنے کا وہاں نہ لگاؤ، لاؤ یہ دُعا۔ صفا۔ غلی نہ پلا۔ حتمًا غفلت سے۔

وہ ضروری ہے۔ شاہ ولی مشہور جرم اور عام غنائی اور عام شعرائی وغیرہ نے بتلایا ہے کہ یہ شرائط مستقیم میں درج شریعت کی کو معینہ تجدد اور متشکل بنا کر اس پر تم کو ڈال دیا جائے گا۔ تو دنیا میں تو شخص جیسا اس پر پڑتا ہوگا۔ ویسے ہی اس پر پڑے گا۔

## خبر المفضوب علیہم

مفسر لوگ فہرہ کو شرائط کا پس قرار دیتے ہیں جنہی فیہ ادا المفضوب علیہم مگر یہ فرض ہے۔ تحقیق فرماتے ہیں کہ غیر الذی یفرض سے دل و قی سے ترجمہ ہوگا۔ وہ لوگ جن پر آپ نے احکام فرمایا وہ مفضوب علیہم کے فیہ ہیں۔ اگرچہ سکا اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مکرات میں سے ہے۔ جو احکام کے مدعی معترف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مفسر نے کہا کہ یہ مذکور ہیں وہ مدعی صفت ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات معترف ہوا ہے جب کہ مفسر انصاری کے درمیان واقع ہو چکا ہے ایک امر کہ فیہ اسکا تو اس سے نفاد و احاطہ کی وجہ سے معرفت ہوا ہے۔ تو تحقیق کے مطابق بہتر ہو گا۔

کہ ان لوگوں کے ساتھ جو آپ نے فرمائی حدیث میں یہ آپ نے مفسر و مفسر فرمایا۔ یہ ترجمہ حدیث شیخ احمد ہے۔ اس کی سنہ یہ ترجمہ نہیں کیا مگر یہ قاعدہ عام جو ہم آج بھی۔ ہوں گے بھی یہ ترجمہ ہیں کیا۔ جب ایک صفت کسی کے لئے ثابت کی جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے مقابل کا اثبات نہیں ہے۔ جیسے اگر کہا جائے کہ فلاں ایک ہے۔ سب سے یہ عام ہیں ہے۔ کہ اس کے مقابل کا اثبات نہیں۔ کہ وہ بدی کے ساتھ موصوف نہیں۔ حالانکہ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ یہ ایک مل کی وجہ سے احکام کے قائل نہ رہے۔ دوسرے مل کی وجہ سے مقابل نہ رہیں کہنا ہے۔ اس نے اللہ پر ہے پرکتھا نہیں کیا گیا۔



کہ خُطْبُ الْمُنْتَصَبِ عَلَیْہِمْ سے بدل لیا گیا کہ جو حکام سے منصب کی حق میں ہو جاتی ہیں کہ ان کے خلاف میں بدلوں میں جھج جھج سکتے ہیں اس سے کہیں کے منصوب علیہم تو لکھ رہیں۔ اور جو دسے ظلم علیہم کیا۔ اور کیا اور صلہ میں۔ تو ان کے درمیان ایک حق نقل سکتی ہے۔ وہ اعتقاد کی ہے۔ اس کے منصوب علیہم کی نقل کر دی گئی۔ کہ ایسے معلوم علیہم کا راستہ کہ جس میں جھجکے کا اندیشہ ہو۔ اس پر دت کے عیسائی نے خُذِبُ الْقَبْرِ لَہُ الْفِیْہِ اَنْہُ کہ کہ سورۃ فاتحہ کو مست کر دیا ہے جو خدا جسرا ط الیونین نَعْتُ عَلَیْہِمْ میں ہیں ان کا اس میں پتہ ہی میں ہیں

پان کی مثال پر دت کی ہے کہ جیسے پندہ لینے دو بار دت اڑکے گھروں میں سے ایک دو بار تو دوا نہیں سکتا۔ ایسے ایسا کے دو بار ہیں۔ چار اور عوف۔ پچھری اگر ان میں سے ایک بار دکت جائے۔ تو پان کا پندہ وہی ہیں اڑ سکتا ہے اور جے کہ جہاں اشد تھلے نے بشارت دی۔ وہاں وحیدت سے خوف بھی دلوا ہے

حضرت عہ کے قول کا نام مانی نے اجملہ العلوم میں نقل کیا ہے کہ اگر قیامت میں شرف سے یہ فرمائیں کہ میں نے سب کو جنت میں ڈالا سوائے ایک ت تو اب دت میں کہ بقیہ لکھے و ثول ہوگا کہ کہیں وہ ایک میں ہی۔ میں ایسے گمراہی تھلے پر دوا ہیں۔ میں نے اب وہ منہم میں ڈال کر ایک کو۔ تو لکھے انا سید ہے کہ وہ میں ہی میں

یَوْمَ تَجِدُہُ سَکَنًا فَعِیْنُ مَا عَمِلْتَ مِنْ حَسَنٍ مَّحْصُر۔ عہ

حضرت عہ، ثنائی فرماتے ہیں کہ میں سے ایک دن یہ آیت پڑھی تو ایک ام محم پر حوف جاری ہو گیا کہ کہیے امتیاز دے تو اگے میں نہیں سکا تھا تو قرآن میں جیسے۔ اس کو چڑھا لیکن اگے نظر پڑی۔ تو واسطہ دُؤُف ہالعداد۔ تو ایسے معلوم ہو کہ جیسے حق ہوئی گ پر دانی کا گھر ڈال دیا جاے۔ تو وہ ٹھنڈی جوحاے سے سے اشد تھلے سے۔ تو یہ میں دت میں دانی ہے۔ اور دت میں یہ میں خود میں میں خود۔ نا۔ عیون صحت دت میں کی جو میں میں اور عیون میں عیون اور غولیت تو اگر عیون عیون۔ جس نے اب نعت عیون میں کویت دت عیون عیون لُزْخَب لُزْجِبُہ کہ میں میں صحت میں کا جوحاے سے سے تعلق ہے عیون عیون یَوْمَ سَؤُف کا میں میں صحت میں کا جوحاے سے سے عیون عیون عیون عیون۔ اس سے

غَيْرِ الْمَصْرُوفِ عَلَيْهِ ۚ وَهُوَ مَرْدِيٌّ مَعْلُومٌ مَوْلَايَ ۚ وَهُوَ يَكْفِيهِمْ شَرَّكَاءَ ۚ  
 ذُرِّيَّاتِ الْكَافِرِينَ بِمَنْ هُوَ رَحْمَةٌ رَحِيمٌ وَرَحِيمٌ وَرَحِيمٌ

نوح علیہ السلام کی سورتہ نامہ قرآنی تائید کا حصہ ہے تو سس میں ان دونوں معانی کا ہونا ضروری تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص، ستر پر چڑھا ہے، اس کے سر پر مقبوض ایک برتنچہ کے دو سبب ہو سکتے ہیں، ایک وہ برتنچہ جس پر وہ چڑھا ہے، سس کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ کیا زیادتی کی ضرورت مقصود ہے۔ کارنامہ یہی ہے کہ کوئی دور اگر پوچھا تو قصور وار ہو گا۔ اسے پچھنے کے صحیح جواب کا جواب ہونا، اس لیے کہ ہم سے جتنا ہے کہ سس کی ایک جی راستہ ہوتا ہے، پھر اس پر انیس چھٹا ہلکا کوئی اور راستہ نکلتا ہے۔ تو عدم اہم کی وجہ سے بھی اور یہاں تک کہ اس کی وجہ سے گرام رہے گا۔ اور ممکن ہو گا۔ پچھلے مواد نے تو شرابی سے رشتہ طلب کیا ہے۔ اس کی دوسری چیز یہ ہے کہ اس رشتہ کا شش ذکر کریں۔ یا جاننا کہ اس میں پکارا بندہ ہو۔ آؤ جو دینا دوسم کی وجہ سے جیسے یہود و غیرہ نے کیا۔ اور نصاریٰ نے عرصہ استغیثہ کو شش کرنے کی کوشش کی۔ ان پر مصالحت کا سب سے زیادہ چڑھو دو کھانا کے عنصر کا بند ہے۔ سس نے یہود کے اسے میں غضب تیز الفاظ ڈالے گئے۔ کیا نہ کہ جس کے باوجود دھوکہ دیا اور کھانا رستہ میں من لطفہ سے و غصب علیہ اور نصاریٰ کے متعلق وہ یہ لکھا۔ ضلُّوا مِنْ قَبْلُ فَضَلُّوا وَاصْلُوا

حضرت عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قاضی تمیز ہے جو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مصلوب جیہم کون ہیں اور صلیب کون ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مصلوب جیہم سے یہود مراد ہیں اور صلیب سے نصاریٰ مراد ہیں بتا کر یہی اندر چلے گئے مصلوب علیہم سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں ہو سکتے۔

تو مقلد انہی مقلد مقلد تھے، ان مقلد ہی کے لیے جو سس میں ساری بات کہ تمام کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ یہی غضب کی سبب اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں کی گئی۔ عداوت کا خاتمہ یہود و نصاریٰ کے ہی ہے۔ لہذا یہی مشیت الہیہ سے ہوتا ہے۔

جیسے مَنْ يُرِيدْ سَلَامًا فَلْيُصَلِّ ذُرِّيَّاتِ الْكَافِرِينَ ۚ وَهُوَ يَكْفِيهِمْ شَرَّكَاءَ ۚ

کے طور پر غضب و فتنہ قائم کیا جاتا۔ جو آپا کہا جائے گا۔ کہ نظام کو بچھ اور غیر چیز ہے۔ اس کی نسبت تو اپنی طرف کی ہے۔ گو شر کی نسبت اپنی طرف نہیں کی گئی۔ اس کا جو بعض عنصر یہ دیتے ہیں کہ یہ نظام سوس اور طب کا ہے۔ ایسے موقع پر سنوئی عمر کی طرف غضب اور خلافت دغیرہ کی نسبت کرنا خلاف ادب ہے۔ اس لئے کہ یہ نظام استغاثہ کا ہے اور ایسے وقت پر غضب وغیرہ کی نسبت مناسب نہیں ہوتی۔ البتہ کہا جاسکتا ہے کہ جب ہر غضب دغیرہ ہو چکا ہے۔ ان کا راستہ۔ بتا دیے۔ یہ چیز قرآن مجید میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔

وَلَا الضَّالِّينَ

یہ لفظ لافنی کا اگر نہ لایا جاتا تو جس احد میں جو کے تحت میں داخل ہو جاتا۔ مگر اس سے  
ایک خاص نکتہ کی طرف اشارہ ہے۔ مدت سے مصر میں نے تو یہ کہہ رہا ہے کہ لافانہ ہے مجھے  
۔ اس کا کیا لاف خود میں ڈال رہا ہے۔ لیکن کوئی بے اعرف و بد جو کہ سس کے مٹی کا وہ  
نکلیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ عقل میں تو تسلیم نہیں کر سکتی سو اس میں یہ فائدہ ہے کہ  
لاٹھ کا کسی پر خنجر کتنا ہے۔ کہ غیر مسلم جہم دونوں میں کبھی تو وہ ۔ وہ اور قصد کی وجہ سے اور  
کبھی قصود نظر اور عدم علم کی وجہ سے غیر صحیح ہو جاتے ہیں جیسے کسی شخص کو کوئی سسر معلوم ہو۔  
اور کا کشش ہو نہیں۔ یعنی اس کے تلاش کی کا کشش نہیں کرتا۔ یا معلوم تو ہے مگر کسی ہچک کی وجہ سے  
اس پر کار بند نہیں ہوتا۔ اچھے دو ان شخص سمجھ میں سے ہیں جن کو قسم عید وہ ہے جس کو  
علم مل گیا ہو۔ اور وہ اور قصد میں ہی تصور۔ جو کسی کو صورت بعد از ہجرت دیکھنے لایا

هذه هي سيرة النبي لا تلوث  
و جاز خواصه صفت

میں دیر کونیں لوگوں کے برباد کیا ہے دینا بادشاہوں سے جتنے ملے تھے انہوں نے اور جملہ مصلوحوں نے اگر یہاں لاؤ نہ تو۔۔۔ جو۔۔۔ تو یہ دونوں گنگ گنگ معلوم نہ ہوتے بلکہ محض وہاں دو نوں کو ایک فرد قرار دیتا تھا۔ جب کہ رشادہ تہائی ہے۔

میراثہ نہ گھیر لو، بناؤ اور ترقیات بہ یکسو، حق

[illegible]

اِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ لَنَزَّلَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

کیونکہ قرآن مجید پوری ہدایت ہے۔ جس شخص کو لڑائی کی۔

اِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

قرآن مجید سورۃ فاتحہ کا جواب ہے۔ حاکم بن محمد نے اس حدیث میں اس کا ذکر کیا

اور سورۃ بقرہ کو حدیث میں لایا ہے۔ تاکہ سوائے اس کی کسی چیز کو تائید نہ کرے کہ جو ہم صدی دیکھتے ہیں۔

وہ ہے۔ نیز ایک دوسری علامت ہے جو حضرت شام صاحب مرحوم کے لکھیں نہیں پائی جاتی تھی۔

لیکن وہ علامت موجود ہے۔ جس میں غلو بیت اور خلافت و دوں سفینیں پائی جاتی ہیں۔ وہ آج کل کے

عالم ہیں۔

خود بدست نہیں قرآن کو چل دیتے ہیں۔



تفسیر سورۃ فاتحہ غرض شد

الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَاسُہِیْ غفر

جامع تقریر و نقل

۱۰/۱/۱۴۴۵ھ بمطابق







محقق ہیں اور دانتے میں کہ موت کے گم معنی ہیں صیغہ ماضی شریک دو جہت کہا جاتا ہے جیسے ایک چکر  
موضوع میں معنی دلوں اور معنوں میں تو اوصاف نہیں دیکھتا بلکہ ان میں تباہی ہے۔ یہ صیغہ اسد ماضی  
کے ہی الگ الگ معنی ہیں۔

الغرض یہ ناؤ خج سور کے معنی کہا جئے گا کہ واقعی کے ثبات ہیں جو کہ اسباب خفائی  
ہوتے ہیں اور کیا یہاں پر شہتے معنی ہے کہ یہ دونوں مقدمات ایک ہی قسم سے ہوتے ہیں وہ منظم اور  
مواظب کے درمیان ایک دوسرے اور یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جو خواص ہیں  
وہ اگر اس کا کوئی معنی تو کتب ہے کہ وہ اس کو میں جانتے۔ جیسے آج کی دوسری دلوں کے خلاف ہم ہیں  
یہ حقائق اور مواظب ہیں ہی آئی ہیں۔ یہاں ڈیو ریو سے اس سے مقصد ایک جیسے مصرعہ کہ  
لطف حرف میں یہاں کہ ہوتا ہے تو ایسے ہی ان دونوں مقدمات کے درمیان ایک جیسے مقصد کا بیان  
کرتا ہے۔ لیکن میں پر مشرکہ کہ کرتا ہو کہ حدی میں اس کا کیا ہے اور جو قرآن پر مستور ہے۔  
تو حدی میں جسے نما لیکن اگر جو کتاب وہاں بیان کرتا ہے کہ ان میں بعض حصہ مستور ہے جیسے قرآن کا  
مِنَ رِیَاسَتِ مُعْجِزَاتِ هُوَ اَمُّ الْکِتَابِ وَاحِدٌ مُتَشَابِهَاتِ مَا یَقُولُ  
ناؤ بیلہ لا اقلہ

اسلام کو کہنا جس حصہ مستور ہے حدی میں اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کا ہر حرف حدیث  
حدی میں اس کے مستند کے مطابق۔ یہ ثابت ہوتا ہے جیسے وہ اس کے کتب حدیث سے اپنے ہی کتب  
اور جس کو میں کہتے ہیں میں حدیث بدایت ہوتا ہے یہ بھی خفائی کو۔ یہ خفائی کتب کہتے ہیں وہ  
مہمان کہتے ہیں تو وہ تو ان میں غلو کے ہیں کہ میں اس کو مستور یعنی یہ سورہ دینی کہتے ہیں اس سے  
مقصد یہ ہیں کہ میں کہے ہیں یہاں ہیں بلکہ تو صرف اشارت ہیں۔ سورہ اردنی فرماتے ہیں۔

ہے کہ میں مستور ہیں

اور وہ اس کا بہت مستور ہیں

تعب ہے ان میں حاشیہ جو یہ کہتے ہیں کہ ان حرف کے تاویل کرنے کا مقصد کیا ہوا۔ مگر یہ ہیں  
ہوتے کہ آج کی ہر انداز پر اس کو مستور کرنے کے لئے وہ کہہ دیا ہے مقررہ کے لئے ہیں وہ اپنے خیال اور  
کے مطابق کہتے ہیں کہ اس میں مستور ہیں۔ تو اس میں انداز پر سے پوچھا جائے کہ آیا یہ کہتے ہیں کہ



ہم کہیں تو وہ یہ کہہ گا کہ نہیں بلکہ یہ "فنِ کلمہ" جو ہے، عربی زبان کا کوئی قصہ ہو گا تو جتنے ہی حروف و  
مقطعات ہیں ان کو یہ حصے "تقسیم سوئیں" کی کہ جس میں حروف و مقطعات آتے ہیں، کہیں آکر  
ہے وہ کہیں رہتی ہے، مگر کہہ کر کہ اس کو کہہ سکتے تو ان کے چار و حروف و اجزاء ہیں جو ان  
صحت علی "معنا" ج "میرا" اسے ہیں

ذَلِكَ كِتَابُ

انہی فہرستوں اور کتابوں کے ساتھ کہ ان کا خدا اور رب تو حق فرما رہے ہیں، لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک نیا ہے کہ ایک جہنم اور ایک جہنم اس کی خبر ہے اور رب یہ ایک مستحق ہے۔ حضرت مراد انصاری فرماتے ہیں کہ یہ ہے کہ ایک جی بی بی اور جی کا غضب، رنج معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ ہو گا۔ یہ وہی کتاب ہے۔

[illegible]



لَا رَيْبَ فِيهِ

[illegible]

۱۰۰ اہل بیت اور بیحدیہ استقامت اور سعادت پر یہ دستور چنگ رہے ہیں کہ جہاں اس کی اہمیت  
ہو اس سے کہیں زیادہ کم نہیں کی قیمت قیمت مسکندہ ہوئے۔ اور یہی کتاب کی تعلیم اسے ۱۰۰ شہید پر  
۱۰۰ شہید بنائے ہے ۱۰۰ نبیوں کا چلنے والے اور کرتے تھے اس قبیلے سے بعد ہر گز اس کے صاحب  
ہے کہ اس پر چلے آج کا دور اور اس کے بعد چلے آج کے

دارپہا جبکہ سس کا ترانہ پڑھتا ہے کہ سناٹا میں کوئی شک نہیں۔ عرب کے خلاف  
میں اور شک میں نہ۔ ابی مت سہرہ دیکھ کر وہ سب سے نہیں ہنس تھیں جیسے امام۔ عرب صلفی  
فرستے ہیں کہ عرب شک اور نہ جانچوں میں فرق ہے شک کے معنی یہ ہیں کہ وہ متنازعہ دعوے کے  
درمیان ٹھہر جائے اس طرح کہ کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اور کسی قریب کی طرف جی نہ ہو جس سے کسی جانب  
کو ترجیح دے دی جائے جیسے میں راستہ پر چوں نہ چوں اور قریب کی طرف جی نہ ہو لیکن اگر وہ تو  
ہے اور اسٹوری قریب کی طرف ہو۔ تو اسے نہ چہ کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز میں تو اساتہ ہے

وہی چیز کو تھوڑا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر غور کر لیں تو وہ تو بات بھی سنا ہی سکتے ہیں۔ اس لیے  
ہاگٹن جو بدنام ہے اس میں ہر شے اچھی ہے اور انعام کر سکتے ہیں جو تو سب کو بدنام ہے  
وہی تو سب کو بدنام ہے۔ لیکن ہر شے اچھی ہو سکتی ہے جس کی قیمت بڑھ جائے۔ گلاب  
میں اگر وہ سب کا سب ہی ہو اور وہی ہو۔ لیکن شے میں نہ ہونے کی قدر ہی ضروری ہے تو اب تو یہ  
چیز کا کہ جس میں کوئی شے جس کی ہر شے اچھی ہے۔ گلاب میں ہر شے اچھی ہے۔

[illegible]



نہایت پھر یہ پشاور۔ اگر ملک دشمن کی گھانا شش نہیں، ہم اس کو کیسے نہیں بھیجے بغیر حکیم اور نہیں  
کے کردار، دریں ملک دشمن کی ہوش کر رہے ہیں، لیکن ان کے دور کی کو بیرونی ماحول کے نہیں، اور جو ان کو ہے ہی  
اس ماحول کے قوت کے لئے ہمارے لئے تہذیب کے فروغ کیا گیا۔

## ہُدٰی

ہُدٰی مصدر ہے یا ناقص ہذا مصدر، یعنی ماحول کی ماحول ہے اس کے قمر کے ... یا جیت نہیں آتے  
ہیں، جیسے تھی، تھی، مگر، قدر، مصدر، اس کے کتاب پر ہے کیونکہ یہ نہ ہے اور کتاب جیتہ، مصدر، جو ہے  
کا، تو مصدر، یعنی ماحول، یا ماحول کی ماحول ہے، یعنی یہ نہیں، ماحول ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اس کے ماحول  
ہے، بہتر ہے کہ ماحول پر ماحول کیا ماحول، تو ماحول میں لگے، کہ یہ کتاب پر ہے جیتہ ہے۔

یہ ماحول کے ماحول ہیں، اس کے ماحول کی ماحول کی ماحول، اس کے ماحول کی ماحول، اس کے ماحول کی ماحول،  
اور ماحول کی ماحول کو ماحول کی ماحول ہے، یا جیتہ کا ماحول کی ماحول کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
میں ماحول ہے، ماحول کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
ماحول کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
اور اس کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
تو اس کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
میں لگے اس کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
اور اس کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
چنانچہ فروغ کیا

مأخذ: ۱۰۰ شیعہ سنی و حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی و لغویہ۔

اس ماحول کے ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول

ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول

الحاصل ہے کہ ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول  
جیسے کہا جاتا ہے کہ ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول کی ماحول

کہ آفتاب جو اکر رہشیں نہیں کرتا، پہیلی طرح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شمس کی طرف سے تو کوئی بارگاہی نہیں بیکنی جو میں جو یہ کہنے کی استعداد میں۔ ایسے محض اشیا، انکر روشنی ہوتی ہیں۔ اور جس بارگاہی عجیب آفتاب کی طرف سے ایسے جو راہے غرقوں اور حد قدیم کی استعداد پر جا رہے اسی طرح ہی ہر شخص کو جو بہت گرفتار ہے مگر جو ہم استعداد کی وجہ سے ان کو ان کے مقصد تک نہیں پہنچتا، اسی وجہ سے کہ بیشک لایہ یٰ ہر آفتاب پہاں ہایت ہے ثرات کے ساتھ ہی کے اختیار میں نہیں ہے۔ وراثت شوق نہد باب غنی و مستعنت اللہ علی اللہ یٰ سب جگہ وہ معنی میں کہ جس سے سب کو جو بہت کی نہ بخائی مگر ان میں صد حجت ہیں حتی اس سے و مستعنتو لعل علی اللہ یٰ نوٹ ہے یہ جو کہ بہت کے معنی ایک ہی میں اللہ اللہ اللہ اللہ ہے

[illegible][illegible]

یہ فرق شاد و جد و جود پر مبنی ہے کہ شخص کے لئے پہلے عزت ثابت کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ یہی  
ثقافت مسودہ و فخرہ سوس کے تقاضا ہے کہ سب سے پہلے عزت حاصل ہو۔ یہی ہے یہی  
سبب ہے۔ جیسے کہا طے کہ سب خواہ اس کے اصولوں پر بلند آمد کوئے اس کو صحت حاصل ہوگی یعنی  
سبب صحت ہی مبنی ہے۔ کیونکہ صحت درہستہ تین تہ خطیر ہے۔

۱۔ حضرت زین العابدینؑ سے یہ کہا کہ انجان ہے ورنہ دروازوں کا شور مچا دیتے تھے۔  
۲۔ اقلیہ کا فتنہ، بغیر خدا کے انسانوں پر ختم ہو نہیں سکتا۔ تو وہ ہم ورنہ سب خدا تعالیٰ کو مل جاتے۔

۳۔ میں کبھی ایسے جوتی ہیں۔ کہ اس سے سابقہ جو بچی را۔ جو عاقبہ ہے۔ دیکھیں میں دو میں کھڑی جاتی ہیں جو آئندہ آنے والی چیزوں سے محفوظ رکھیں۔

[illegible]

اور آگے رہ، میں یوں ہوں کہ لعیب یہ انداز تو ہے آگے سب دور کا دیکھ رہے ہیں۔

مصروفہ کے متعلق فرمایا گیا

بِأَمْرِ اللَّهِ

صدقہ در حقیق علی تطویر چید کرتے ہیں ، ”عرب سے آغوشی پیدا ہوتا ہے، تو اس کے  
تینوں احوال سے گئے عرب یا تیسوا چید پائی جائیں گی تو اس پر دیا گیا  
اُن کیلئے صحت مند رہنما

اور متعلق کے معنی میں کہ کہا تو ہے کہ ۔ درود سے بھی بچے بچہ کی وجہ سے فوہوں کی تباہی ہوتی ہے ۔ چنانچہ اَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

یہ شخص ہے جو زنا، دھوکہ دینہ سے بچا ہے، اس میں تباہی کا قصبہ کہہ دو مسلمان کو بچا کرے۔





لا یشایع لعلہ ما یکون ثقیث حتی یزدخ ما لایأس به حدی مصروفہ یأس  
واعتدائی درجہ کا تقویٰ ہے۔ اور جو اس نیت میں مراد کے مدد کو جاتا ہے۔

۶۔ اب سوک شہ جیل گہا ہے کہ اس کا دل مٹھنے کے لیے سو سہا کو ترک کر دے نہ قبول کرے  
سوا اس کے اس میں کوئی خبر نہ ہے۔ جی کہ اپنے احوال کو جو عالم کے افراتو فراتوں میں بھول خفیہ کئے صحت  
میں فتویٰ کے متعلق ایک کتبی میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر محمد علی صاحب دہلی حضرت مولانا  
مفتی ابوالکلام آزاد کا سخاوت مضبوط تھا۔ کیونکہ وہ سبق علوی میں ہرگز نہ کی قربت میں کیا کہنے تھے۔ تو  
پہلے سے فرما کر

یہ سب باتیں علیٰ طریقہ دلائل شریعہ و مذاہب و جمہوریت  
یعنی اجماع و عہد ہیں پتا چلے گا کہ وہ کس کے چلے ہیں، اور کس کی پٹری پر چلے گئے ہیں، کیا  
پڑا یا تلبے، کراسسٹ یا پھڑا، یا تنگی ہو جائیگی۔ جو بے پروا، مذلیل، تقویٰ پسں ہی تقویٰ ہے  
اسلامی اور سب مرتب آگئے، کہ جو بے گناہوں و بڑے بڑے میں اور بے خود ہو، کبھی وہ مفید ہو سکتے  
ہیں، جیسے کہ کلمے کے آگے کو آگیا ہے، یہ مشاہد ہے، یہ تقویٰ کی تحریک است، تقویٰ ہے، و فی سبیل اللہ  
اور سب مصلحت کے علوم حقیقت پر مشتمل ہوتے ہیں، تو جیسے بڑے کلمے سے کیا پڑتا ہے، یہ ہے چہرے کلمے  
بھی کیا پڑتا ہے، تو اگر کوئی شخص میرے راستہ پر جا، پوچھتا ہے، وہ جب ہو سکتا ہے کہ ان کا خون کا بھی دیکھو،  
وہ نہ گزرتے، سبھی طرح سے آواز سے غور کریں کہ کلمے کے اور کسی کو ایسی باتوں کے تصور ہونے کے طریق  
کوئی پتا نہیں چلا، تو سب کے یکے کی ضرورت ہے۔

چنانکہ حضرت عبد شمسؑ سے فرمایا: وہ یہی حقیقی ہے جو منافقین میں سے ہے۔ اس کی باتیں میں سے کہیں کوئی نہ مانے۔ اگر اس کے ساتھ بی بی عروہؑ کی بیوی ہے تو اس کے ساتھ نہ رہے۔ اگر اس کے ساتھ بی بی عروہؑ کی بیوی ہے تو اس کے ساتھ نہ رہے۔ اگر اس کے ساتھ بی بی عروہؑ کی بیوی ہے تو اس کے ساتھ نہ رہے۔

اُدنیٹ علی خدیقلی ریتھن : اردنی ادب، اپنی ادبی سے توجہ کو دیکھتا ہے

معاون کو پتہ ایک خزانہ، ایک محنت خیز، خوشنظر قلم کار، اور ایک جس نے سب سورت کے کہ جسے پڑھ کر دہشیت آگیا۔ دوسرے کے پڑھ کر خزانہ گر رہے۔

جہاں تک کہ مواد میں دہلیز مکرر ہوگی

اس شخص کے لئے جو اس کے لئے آج

یہ ہے کہ وہیں بول دیا مگر ہوتے ہیں کہ ہیں نہیں اور جس شخص

اسباب یہ ایک اور چیز ہے۔ اس کا ثبوت لحدیث **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ** ہے ثبوت (تم کے معنی میں)۔

طری : میں بچہ کافی پسوں کے کہ کہتے آؤں گا وہیں نہیں جو کتا۔ وہ میرے شاگرد ہیں آ

جانباً وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب سچ ہے۔

ہنگ میں پیش کی کہ سسر کا بھتیجہ جو کچھ اتر گیا ہے۔ دیا اسحق پر تلو بہ بردہ ہے۔ کہ عروس مستور اور کھڑا

مشکوٰۃ دلفریب کی تہذیبی حالت تک جا پہنچیں جو براہِ علاقہ موت و حیات کو یکسو کرتی ہے۔ تو آپ نے کیا کتاب لکھی؟

کرم کا اس گروہ سے نکلا کر دوا کر دیا۔ اس میں کئی سال کے ثمرات سرور ہیں۔ کب سے شریعت پر واجب اگر

ایک سال اور ڈگائیے۔ وراثتِ حقیر کو تھے۔ خواہندہ میں زندہ رہے۔ جو صفحہ ۱۰۰

کمال سے آگے بڑھ کر ایسے پیر نے ابھی تک جو کچھ ان کے لئے ہے وہ تو ان کے

مگر جو حق دروغ سے مرصع ہو، اس طرح سادہ سادہ کلمہ جو کہ شکر ہے۔

گزارشگران کے پاس سے یہ سب کچھ جاننے کے لیے کہ وہ خود کیا جانتے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہیں۔

سید کوئی شہید نہیں رہے مگر انگریزوں نے شہر تباہ کر دیا۔ تو پھر سارے جرنیلوں کے ہاتھ لڑے۔

[illegible]

میتا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ وہ ایک نیا کام کر رہا ہے۔

کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔

*(Signature)*

میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی یاد کی۔

[illegible]

میرزا محمد علی خان قزوینی

اگر اس درد میں مدد چاہے۔ کہ شرک اور دوا کے ترسے اور بے گہرے خواب سے بیدار ہو سکتے ہیں کہ ان کی حالت صحت اور دایرہ مناسبت پر دیکھ کر فوراً اس وقت اور صحت کا شفا دیا جائے گا۔ سید شریف صفت کا شفا دیا۔ اور وہ ہیں یہ فرق بیان کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی صفت کو ماننے پر آمادہ ہو جائے تو اس کے لیے اس کے ساتھ وہ صفت پانچ کی حد تک ہے اگر وہ اسے تو پھر وہ اس کے ساتھ ہے کہ شفا ہیں گی۔

یونہی ہے ایسا ہے مشتاق ہے ۔۔۔ عجب کسی دہکوں کے مشتاق ہے

[illegible]

ہجرت ایک جہت ہے جو ہے کہ کسی کہیں نہ پڑے گا کہ مسرت کے علاوہ اور نام بھی ہے ورنہ مصارف جو ہر نظر ان لوگوں نے جو مسرت کی تفصیل لکھی ہے کہ یہوں سے اس پر بہت کچھ لکھی ہے اور اس پر کچھ ہے کہ یہ صاف ہے کہ وہ کے اسو عالم اور ان کو نہ جانے کچھ وہ ملانگہ اور میں کہ یہ جی نہیں دے۔ اس قسم کا ایک فرق عرب میں تھا جو کہتے تھے وہ یہ نہیں گناہ سہ ہزار ان کے نزدیک بھی اور کوئی نام نہیں تھا۔ جو اس میں بھی بہت گناہ ہے جس کے علاوہ ان میں فرق ہے کہ ان کا کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے نام نہیں ہے اس میں کثرت نہ ہوگا کہ ہے اور ان کے ایک نام فرق کو بھی شمار ہے۔ تو ان شخص مسرت کے علاوہ اور کسی نام کو نہیں ساتھ قرار دیتے اس کے لئے کچھ واضح بہت ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے وجود کو دیکھتے نہیں۔ سب سے نفع حاصل کرنے کی ستر ہے کہ مسرت کے اور ایک نام کا یہ ہے کہ

[illegible]

وَاخْبِرْنِي بِمَنْ مَاتَ يَلْحَقُوا بِهِ

تفسیر اگرچہ ہمیں ہے مگر چلی تفسیر کو ہم نے ترجیح دی ہے۔ اس صورت میں ما، مصاحف کی عمر، اور باغ التفسیر کی صورت میں صوفی ہوگی توجہ کی وجہ سے کہ اگر تمہیں سے غائب نہ ہو دیکھنا ہے۔ تو اس میں حوالہ صوفی کا لہجہ ہوگا کہ کہنے صوفی نہیں، ان اگرچہ رکھا جائے۔ کہ جب ان لوگوں کے لئے حدی ہے جو حاضر نہیں تھے جو لوگ حاضر تھے ان کے لئے تو بطریق ان حدی ہے۔ باقی اس حدیث کا جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث مستحکم اس لئے ہے۔ مگر یہ نہیں بکراہا اس غلط فہم اس پر اس کے لئے آیت کو پڑھا گیا مگر یہ وہی پہلے ہی ہے۔ کیونکہ ہرچہ حاضر ہے تو ملک اس کے بغیر اس صورت میں نہیں نکال سکتا۔ جیسے ہرگز کے لئے ہرگز تھا۔ تو کوئی نتیجہ کہ اس میں غلطی نہیں ایچ بی بیات تفسیر کے معنی میں کوئی گناہ میں ہوتا بلکہ مضمرہ ہیں سے جو ایمان، صیغہ جو، یعنی اس دہرہ سے نہ جاننے کے، جو دو صوفی کی فکر کی بنا پر ایمان ہونے، جو ہر حق دہرہ کے، جو یہاں سے جو۔ اسے ہم اور معرفت کہ ہائے سے اور انہیں سمجھاؤ۔ پس یہاں وہ اس صوفی کے لئے ایمان اسے۔ یہاں سے یہی معلوم ہوا کہ یہاں عرفاء یعنی نسبت جہاں کوئی کی حالت تکمیل پہنچ گئے۔ اس وقت صوفی اس پر شکست و عتاب ہے اس وقت کا کوئی چارہ نہیں۔ اور یہی قویہ قائم رہے گی۔ جیسے قویہ ایمان ہو۔ تاہم مسیحی جواب دہ۔

لَا تَدْرِي مَا فِي قُلُوبِ الْغَائِبِينَ وَلَا تَدْرِي مَا فِي قُلُوبِ الْغَائِبِينَ وَلَا تَدْرِي مَا فِي قُلُوبِ الْغَائِبِينَ

تو یہاں وہ اور پاس سفر نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بدل کے لئے یہاں سے نہیں، بلکہ خدا کے لئے۔ ان میں کے لئے کہہ سکتے، ہر شکست و جہت کو اپنی پہچان اور جب سے وہ سب کو ٹھہرے کہ شیخ اگر حضرات کے آگے ہونے کے خلاف ہیں اس پر سفر لوگوں نے حجاز کی کہہ سکتے شیخ کیسے اس کے نالی ہو سکتے ہیں کیونکہ شیخ خود وہاں تھا ہی نہیں اور وہاں سے ہیں۔ یہ حقیقت وہاں سے کہہ سکتے ہیں اس میں نے عقائد اہل سنت، بلاغت کو یہ کہہ سکتے ہر شیخ اگر کہہ سکتے۔ اس کہہ کے کہ وہ شیخ ہیں اور جیسے یہ کہہ سکتے۔ وہاں میں حضرات کہہ سکتے کہ وہاں سے کہہ سکتے۔ اس میں اس سفر اور اس پر شکست کہ ہے۔ اور حضرات کہہ سکتے کہ شیخ نے یہ کہہ کے کہ وہ اس جیسے جیسے وہ کہہ سکتے



اس حدیث کے سوا اور کئی حدیثیں دی گئی ہیں۔ اور حقیت یہ ہے۔

ادھر بھی ایسی تحقیق کرتے ہیں کہ جو لغت میں ایسا کے معنی ہیں۔ وہی قرآن مجید میں **مرف** اس کا مشتق بنا کر دیا کہ اس چیز کی تصدیق ہے۔ وہ وہ چیز ہے جس میں کوئی شروع بغیر استلاء و تحوطہ کی طرف نہ کرے۔ جیسے شکوہ مسترد نہیں ہے۔ لہذا جس انتقام میں بابتہ و مضافت کہہ

اسی سے یہ سمجھیں گے کہ شریعت میں وہی دعویٰ ایمان مراد ہے جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) نے کہا ہے: "وہی" یعنی وہی ہے۔ یہ  
 ذوالنورین صحت سے حال خبر میں ہے کہ تصدیقِ حق - علم میں سے مذہب جو کہو کہ ایمان میں کھس اعتراف  
 کافی نہیں ہے بلکہ دعویٰ اور اس کی قوم کے مشفق و مددگار۔

وَجَعَلُوا لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً أُخَرًا لَعَلَّهُمْ يُحْشَرُونَ

معلوم ہوا کہ یقیناً ستمبر ۱۹۱۰ء تک، انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی۔ اس کے بعد حضرت اسی جبرائیل علیہ السلام کی

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا فِيْ هَذِهِ الْاَنْبِيَاءِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

میرا تو، جسکو مسرِ یقین اور حوصلے سے سنا ہے نہیں جھکا، اس نے اعتبار نہیں کیا اب، تو سہی مگر ہوسکے  
تو میرا بھائی۔

فَقُولُوا كَمَا يَفْقَهُوا إِلَهَ هَذِهِ مِنْ قِبَلِكُمْ يَكْتُمُونَ الْحَقَّ

تو کم در معرفت تو جمع ہیں، غرایب ہیں، اور سب سے بچا نبوتِ حنیف کا اور خود سے گمراہی اس کے متعلق فرمادیا گیا، چنانچہ وہ آپ کے سب سے مراد و حامی بن گئے۔

وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ إِذَا أُدْعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَتَوْا مُسْرِعِينَ

همی یقین صادق و یقین دعوت و کتب قسرا میا

[illegible]



میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

فَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِكُونَ ۚ

یہ صلیبی ایمان عمومی اور شری کے ایک قسم ہیں۔ بعد شریعت منقولات بیان کرتی ہے۔ مروجہ  
کہتے ہیں کہ ایمان معرفت کا نام ہے۔ تو اس کا جو پہ بیان سے جو سامنے آئے گا کہ پھر سب یہودی مؤمن  
ہوئے۔ اور دوسرا یہ کہ ایمان کو ہم کہتے ہیں کہ اعلیٰ مذہب جو کہ جو بعض افراد صاحب کو بیان کہتے ہیں  
اس لئے کہ ایمان کے معنی ہیں کہ اعتقاد بخیر و برہ کو اپنی نگاہ سے سامنے کر دے تو تصدیق اعلیٰ نفس  
جو۔ وہ معنی ہیں کہ شیخ اور رئیس اعلیٰ منسلک۔ جس کے متعلق وہ وہ دوسرے فرمایا۔

کہ غور و نظر سے دیکھنا چاہیے۔

مجلسی عالی تعلیم و تربیت

دارسی کی کتب میں اس سے تصدیق کا ترجمہ گواہین و دہادہ کردہ اور عربی کتب میں لکھا ہے  
 صاحبہ لطف التکذیب والاثکار۔ تو جب تصدیق گواہین اور اثکار کی صدقائی قواعد قرار اور قبول  
 ہوگا۔ لیکن ہم کہ جو غلطی ہے وہ ان دہادہ کی ہے۔ کہ جو میں ہم کی تفسیر تصور اور تصدیق کی طرف کی گئی ہے۔  
 حالانکہ اس چیز کی تصدیقات اس کے خلاف ہیں۔ اور وہ معرفت میں سے یقین اور اذعان نہیں۔

ملا تھو، اتنی اس کو تھو، جس شہاد کو تھے ہیں۔ حدودِ اشرقت سے اس کو تھو، جس کی کواریں رکھ رہے ہیں۔  
 مگر ہم ان کے درجے نہیں ہیں۔ حافظ ان بیٹے کی کتاب لکھیں گے۔ اس میں انہوں نے جہاں یہاں کے  
 ملوی مٹھی میں رکھے ہیں۔ تو کہہ لے۔ کہ نفعِ طلب جہاں اس کو استعمال کرتے ہیں۔ کہ ہر تھو کی کواریں ہیں  
 کہنے بلکہ جہاں کسی چیز میں توازن اور موثر کی ضرورت ہو تو ان میں ہر تھو کی کواریں کہتے۔ بلکہ ہر تھو کی  
 بہتم دست نام اور اس میں انکار اور گفتوب کا شائبہ۔ جو اور اس میں نظرِ فکر کی ضرورت ہو

المرجع التمدد في جماعته بحق الرسول له ضرورة يجب ألا يضاعف  
احداً ولا يفتعلها من غير علم نفسية

۱۔ غریب طب اور تعلیم کرنے والے تصدیق و اطمینان دہانی کو کہتے ہیں۔ دیکھی دیکھ کر دوسروں

کہ جس کی دہانوں پر بھی کوئی نقیہ نہیں ہے تو اس کے لئے صدق و مہم و اچھے کہ تصدیق کا شخص ہے۔ اور ظالمین کی توجہ اس کی شایعہ سے کہ جس پیروں کا صبیح قطعی ہو مطلق ہے کہ یہ دوسرے ہے اس کی تصدیق میں کسی بحث کے کہ بدستے گی اور بدست کی قید کا اندازہ ہے کہ مطلق ہیں مگر طبیعت اگر کوئی اس کا انکار کرے تو اسے کافر میں کہہ سکتے۔ اللہ سزا کہہ لے گا اگر کوئی یہ توجہ ظالمین پر نہایت ہو چکی ہے۔ اگرچہ وہ صوبہ بھی جو اس کا انکار کرنا بھی کرے گا مجھے سزا کرنا نہ تو اسے ثابت ہے کہ بہت سی عافیتیں سکھات تھیں مگر وہ اس کے خلاف کئی آدمی ہیں کہ آپ اسے استغناء کیا کرتے تھے۔ تو اس کے صوبہ ہونے کا انکار کرے گا اور اس کا کہہ لے گا اگر کوئی قسم نہ ہے۔

۱۔ تو اسے اس کا کہ جس کی انہی میں ہیں کہ اس کے وہاں کا کذاب پر تعلق کرنا۔ ان میں سے بھی مسیح علی ظہیرین کی روایت سنی صحابہ کہ اسے مطلق ہے۔ اس سے کم نہیں

۲۔ تو اسے طلاقہ و امیر کی حالت میں جبکہ اس کا تہذیب اس کا نقل کرتے تو اس قدر جلد و طبع اگرچہ اس کی سند میں ہیں کی جاتی اور اس کا کہہ پر مبنی ہو مطلق ہیں اس سے اس کا کہہ تو نہ کہتے ہیں جیسے قرآن مجید کہ یہ قرآن بعد از منسوب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اسے دیکھو وہ اس کو سننے میں نہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے کہ جس کو کہتے تھے اس میں کہ اس کا اصحاب میں ہو سکتا نقل کرتا ہے

۳۔ تو اس قدر مشترک ایک چیز ایک ہی ہے ایک دو سندوں سے اور دوسری چیز ہی ہے۔ اسے دو سندوں سے سندوں سے مطلق ہو اگر ان میں نہ نہ کہ ہے جیسے خدا کوئی شخص کا قادیانی کے پاس ہو گیا۔ اور اس نے کہا کہ عاقلم طانی سے بے گھر دیا داسکتا ہے کہ بے گھر دے دے۔ علی بن ابی طالب سے تو ایک آدمیوں نے کہا۔ اگرچہ یہ سہروردی متواتر نہیں۔ مگر اس کی قید مشترک بھی جو اس سے متواتر ہے۔ ایسے سکھات تھیں مگر وہ اس کے مسلم کے مطلق کلمات ہیں کہ جیسے آپ نے پیار میں گفتگو کیا کہ وہ کہہ تو یہ مانی کا جڑ بھٹ بڑ۔ اور اس نے کہا کہ آپ سے ایک دو آدمیوں کو کہ ان کا تہذیب میں تغیر فرما دیا۔ اگر تو اس قدر اس قدر کے واقعات نظروں میں آئے۔ اس میں سے سہروردی متواتر نہیں۔ مگر قدر مشترک بھی نفسی طور پر متواتر ہے

۴۔ تو اسے مطلق و تواتر ہیں۔ اس کی کوئی سند ہے اسے نہ ہی مطلق ہے نقل کرتا ہے مگر

فت کا اعلیٰ اسرار ہے۔ کہ ہر دین و گمراہی میں جیت جات اور مزاحمتیں طر اور ہر  
معرب و ملت کی۔ کہ کوئی کیا جانے اگر سحر سے پاس کوئی سحر جو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ہمارا کیا  
نفع ہے۔ تو ہے جی تو ان کے پاس ہے تو

لاصل سے جو چیز تو خوار و فقل و عریض، مدت ہو تو اس سے، منکر کا وہ ہوا، اگرچہ ایک بات کا بھی انکار کرے، سچے ارشاد، ان ہی ہے، سو تقویٰ، عیفت، نصیر، اُفاق و سیل، سہ سے و تنہا ہے کہ یہ ہے و وہ ہیں مکتہ، کراہیں و استے کوئی بات گھر کر چیں کرے

الحمد للہ العظیم ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص غلطی سے اسلام قبول کر لیتا ہے اسے اسلام  
میں ملے گا۔ یہی ہے نبوت جو اہل غیر شہادہ اور بیگانہ میں شہادہ ملتی ہے۔ (پیش چمکی پڑا دیں) لا باقی  
ہے۔ تو جس ملک پر ایمان لانا اور اسے اپنے کی غیبت یا کسی کی بے جیسے بنی۔ بیگانہ کی  
اور اہل غیر غیبت میں نہ اور یہ کیا عظیم شہادہ کے تعلق اور ایسے مذاہب قرآن ایمان لانا اور اس ہے۔  
تو جس نے نہ نہ کہ انکار کرے تو وہ کافر ہے اگر نہ نہ کہ انکار کرے تو کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ غیبت ہے  
جسے اور تحقیق ملک کا ایک شخص ہے اس سے باہر رہتی اور وہ کوئی نے کہا ہے کہ تحقیق بھی کلام  
میں کا ہے۔ جس تحقیق معرفت کو نہ کیا جائے کہ تو تحقیق کو طاق معرفت پر کرنا ہے تو یہ طاق  
تحقیق جاری ہے۔ چونکہ معرفت باہر و بیرون کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ ایمان معرفت کہتے ہیں مگر  
اس بگڑا ہوا تحقیق کا وہ نہ دیکھیں یہی خود نہ ملک یا کسی نام سے سادہ ہو تو آپ سے زیادہ  
فہم سے کہہ دیا کہ اگر تو یہ وہ صاحب ایمان کے معنی نبوت کے کہے کہ کچھ ہیں بلکہ وہ ہادی  
طریق ہے۔ بلکہ یہ ہادی وہ جاتی ہے کہ انہوں نے ایمان صحیح رہی ہے یا نہیں اس میں ملک کا تعلق  
نہیں اور اس شخص کی صحیح رہت ہے کہ قرآن ایمان صحیح ہوتی ہے کہ اس کے ہادی نہیں ہے  
یعنی اگر کوئی قرآن میں نہ کرے تو یہ ہیں اس پر ایمان صحیح ہادی تو ان کے مگر معرفت میں اس کی کثافت  
کا ہے۔ اس سے معرفت ایمان صحیح ایمان صحیح تحقیق و اقرار کا کہتے ہیں بہت دوسری ایمان  
کے مطابق ایمان نام تو تحقیق کا ہے۔ مگر یہ تحقیق یہ جاتی ہے کہ انہوں نے ایمان صحیح ہو۔ تو وہ افراد کا  
خود قرار دیتے ہیں مگر وہ نہ کہ انہوں نے ایمان صحیح نہ ہو جاتا ہے کہیں تحقیق فکر کہیں ہی سادہ نہیں ہوتی۔  
بلکہ ملک کا ایمان ایمان صحیح تحقیق کی دوسری روایت معرفت ایمان صحیح کے معنی ہے۔

بیضی اور چوڑے ایک تہہ کا احاطہ کیسے کریں؟ ایک اگلی تقریر کو قریب دیکھیں۔ اس کے لیے یہ لپٹا جیوتے کہ جس شخص کو انصاف نہیں ملتا ہے مگر قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے دل میں یہ جو کڑواہٹ ہے اس کا مظاہرہ کیا گیا تو اس تقریر کو ریگ، گنگ، پھل کے وقت بھی قرار دے کر اسے تو جیروں میں ڈال دیا جائے۔ قرار کرتے اور نہ لکھ کر اسے سیدہ مستحقین میں بھی نہیں دینی جاتی ہے تو یہ بڑا عس اشرفی کا سبک بھی ہوا کیونکہ اس میں رحمت ہے

تیسری چیز سے کہ آپاٹھن ہر دین کا وہ نورگ موم یا افکار موم یا چھلی میں کا جو دین یا جس  
 چھلی لیا، یہاں تصدیق، اطمینان، فرہم، احسان، ارغی، ہارکان، سحر، کھڑک، صبر، یا اعلیٰ ہارکان کو اس میں  
 ہے اس میں بہت شوق سے شروع اور عزت دیکھتے ہیں کہ وہاں جان کا اور جھنجھلی میں یہی جو کہ اوت  
 ۲۰۰ کے سے کل اوت کو نہاے، اگر کوئی یہ، جب آؤا پھر اسے گاؤں میں ہیں، ہاں میں، ہم غصہ  
 ہے، غار دیکھتے ہیں کہ وہ غصہ، ہاں ہو گیا، اور غرور دیکھتے ہیں کہ وہ موم میں ہر کا ذمے کہہ میں ہیں ایک  
 درجہ ہے جگر، اس کے بعد ہی ہاں کے ہر درجہ میں ہیں، یہاں غصہ چھلی میں ہیں، یہاں ہے، ہر دین کے  
 ہاں کے ایک اس کی مشق سے ہے کہ وہ ہاں میں سے ہر دین میں ہاں کے ہر دین میں ہاں کے ہر دین میں  
 ہے کہ وہ چھلی میں ہو

[illegible][illegible]



إِذَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا الطَّيِّبَاتِ وَلَهُمْ فِيهَا أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَعْلَمُوا أَنَّكُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا  
ہی۔ اگرچہ کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ صاف ہے۔ نیز وہاں پر اعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ ایمان کی  
شرط لگائی گئی ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ مِنْ ذِكْرٍ أَوْ آتٍ فَهُوَ مُؤْتٍ بِهِ  
اگر عمل کو ایمان کہا جائے تو ہر وہ مؤثر شرط کیسے ہے کہ اور بہت جگہ اس کے ساتھ ایمان کو بھی کہا گیا  
فَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا مَا ضَلَّحُوا بَيْنَهُمَا  
فَإِنْ بَغْتِ أَخْذُهُنَّكَ أَتَخْشَوْنَ فَقَاتِلُوا الشَّيْءَ الَّذِي تَخِفْنَ عَلَيْهِ إِنَّ الْقَوِيَّةَ  
تو یہ زیادتی معصیت ہوئی۔ کیسں اس کے باوجود حکم کو منس کہا جا رہا ہے۔ تو اگر عمل ایمان کا جز  
ہوتا۔ تو جز کے اعتبار سے کل کا اعتبار ہو جاتا۔ جیسے شرع کے اجزاء ہوتے ہی۔

۵۔ تو میں کو کھڑا جا رہا ہے۔ کہ وہ کہہ۔ يَكْفِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَيُؤْتُوا لِي اللَّهُ ۚ تَوْبَةً كَمَنْ  
خطاب کیلئے۔ وہ کہہ وہ معصیت کا مرکب ہو رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معصیت اور ایمان بیچ ہو  
کھٹے ہیں۔

۶۔ جمع مسلم میں ہے کہ ایک شخص اپنی جلیہ کو دیا جس نے ذرا دانی تھی۔ آپ نے جاری سے پوچھا میں انڈیا  
اس نے کہا کہ لی اسوار میں پر آپ نے فرمایا۔ اغتصبها فانها مؤمنة۔ اس نے تھیں حالت اور  
توحید کا اقرار کیا تھا۔ لیکن آپ نے اس سے مل کے حقوق کوئی سوال نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان میں  
کا نام نہیں۔ مگر یہ سب سے بہتر صورت میرا عمل علیہ السلام والی حدیث ہے۔ جس میں ہے کہ اغتصب  
من الاممیان۔ آپ نے فرمایا۔ ان تو میں باطنہ معلوم گئے۔ ایمان ایمان کی حقیقت۔ ایمان کی جا رہی ہے  
میں کے جواب میں آپ نے نہ نماز کا ذکر کیا اور نہ روزے کا۔ اس کے بعد پوچھتے ہیں کہ اغتصب لی من  
الاسلام اس کے جواب میں اعمال پر اس کا ذکر کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اعمال اور ایمان دو الگ الگ  
جز ہیں۔ یہ کہو۔ اور چونکہ اس کے حقوق سوال کیا گیا۔ جس کے جواب میں ظاہر ہوتا گیا۔ اس سے بھی معلوم  
ہوتا ہے کہ اگر باطنہ میں ایمان کو کئی نہیں ہے۔ اگرچہ امام صاحب سے دونوں روایتیں ہیں۔ مگر  
اس حدیث سے ایمان اور عمل کا ایسا تعلق معلوم ہوا۔ جیسے ایمان اور روح کا تعلق ہے۔ کہ اب تک  
اور دانی ہے۔ انہی کو زندہ کیا جائے گا۔ اگرچہ سکتے کی حالت میں ہو۔

**موضوع:** جب تک ایک سانس بھی باقی ہے، سیوا کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کی جڑ سے نکال کر کیا جا سکتا ہے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ جتنی کوئی کام کر نہیں سکتا، بلکہ وہ شیئہ کے مرتبہ میں ہے۔ جب تک اس میں روح نہ ہو، اگر روح ہو اور جسم نہ ہو، تو روح بے کار نہیں ہوتی، بلکہ روح کے قوی کام کرتے ہیں۔ البتہ روح جو کام آدات، چلتی پھرتی، یعنی عقلی، وہ نہیں ہوتے، اور روح ہمیں فکر نہیں آتی، جسم فکر آتا ہے۔ پس حدیث سے معلوم ہوا کہ احوال و احوال پر اندیشہ اور جان میں، کہیں کہیں کو جسم دیکھ رہے ہیں، اگر کوئی یہ سب کام کرے، مگر اس میں ایمان کی دولت نہ ہو، تو وہ بالکل نادان ہے۔ جیسے دانشور کو آدمی کو پہچاننا ہے، کیا اس شخص کا نظریہ مثلاً اشعر علیہ وسلم کے لیے نمازی نہیں پڑھتے تھے، دوزخ کا قیام دیکھتے تھے، نعمات کرتے تھے، مگر انسانی نے ان کے احوال کو قبول نہ فرمایا، دیکھ کر ان سانس کا میں میں راحت کرا تا رہا، بلکہ بہت سے لعنہ کی عرب میں مسلمان ہو کر رہے ہیں، سلطان نور الدین دلائی دینار علیہ السلام نے دوا دی آپ کے مزار مقدس تک قندقی کھودتے ہوئے جا رہے تھے، آپ نے ان دونوں آدمیوں کی شکل بھی طلب میں ان کو اگلائی تو تیسری مرتبہ اسے یقین ہوا۔ روح اور خزانہ کے کوہین علیہ کی طرف چلا، مگر وہ ہوا سلطان نے اعلان کیا کہ مرید کو ہر آدمی خواہ اسے اپنا مصلے جانے، سب لوگ آئے گردہ دوا دی نہ آئے، تو وہ وہ پیش کئے گئے، تو سلطان نے کہا یہی دوا دی ہے، جو یہودی تھے، تو مرگ نادقی اعظم کے مزار تک پہنچ گیا تھا، اس کا پرند کر موت کی مرزا دی گئی۔

**الحاصل:** معلوم ہوا کہ ایمان باطنی چیز ہے اور احوال ظاہری چیز ہیں، مگر ہم ایمان پر مطلق نہیں ہو سکتے، اس لئے دنیا میں تو ساری باتیں باطنی اور احوال ظاہری ہوں گے، مگر ایمان نہیں ہو گا کیونکہ ایمان جنت ہے اور احوال صورت ہیں، جو رنگ نہیں، لہذا اور حدیث سے بھی یہی معلوم ہو گا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبییت کا ال تقسیم کر رہے تھے، ایک آدمی آپ کے پاس بیٹھا تھا جسے کہتے نہیں دے رہے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا: واللہ یا رسول اللہ الی لا راہ مؤمننا آپ کے لئے فرمایا اور مسلمان آئیں مرتبہ یہی بات چیت ہوتی، جس پر آپ نے فرمایا کہ کیا ہمارے ساتھ نکال کر رہے ہو، تمام شراخ حدیث یہی کہتے ہیں کہ ایمان ایک باطنی چیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہوں کے احوال پر اتنا کام کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، آپ نے حضرت سعد کی اصلاح فرمائی کہ جو کہ وہ تو نہیں تھے، لیکن رقم کا دینا، وہ اس بار پر دھکا، قالہ الا عذر ابی امی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بَلَاغُهُمْ لَوْ أَسْلَمْنَا فَلَمَّا يَدُ حُلَا الْإِيمَانِ فِي تَلَوِّهِمْ.

قرآن کریم میں ایمان کی فعل کی جارہی ہے۔ اور اس قسم کے متعلق کہا جا رہا ہے تو انھوں نے قرآن اور احادیث صحیحہ سے بھی معلوم کیا کہ ایمان ایک فعلی امر یعنی پورا کا نام ہے۔ اور افعال میں ایمان سے اٹھتی ہوتی ہیں۔ وہ صحت کلمات ہیں۔ اور وہ فعل میں ایمان سے اٹھتی ہیں تو وہ فعل افعال ہوتے۔ اس سے حضرت امام صاحب کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ اصل تصدیق کا نام ہے۔

امام راغب نے مناقب شافعی میں لکھا ہے کہ سلف اور محدثین جو ایمان کو قرار دیتے ہیں۔ یہ کچھ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انھارے تو انکار کی استعمال ہے۔ تو جو کہ ایمان کہتا ہے وہ جو کہ انکار سے تو انکار کے مسلک کا صحیح ہوا۔ یہ سبب ان کو چیل آیا۔ تو پھر انھوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ افعال فعلی ہے۔ جو کہتا ہے کہ افعال ایمان کا جو نہیں۔ یعنی نفس ایمان کا جو نہیں اور ایمان کا جو کہتے ہیں۔ وہ ایمان کا جو قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس نزاع عقلی کا قائل ہونا صحیح نہیں۔ کیونکہ تو محدثین کی شان سے بعید ہے۔ چنانچہ اگر کہیں چنانچہ اسی قرینے نے امام صاحب کے اس قول کا نقل کر کے کہا کہ یہ اصول کا انکار جو رہے انکار کی کہہ جاتا ہے۔ یہ اصول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جو انکار حقیقت میں سے جس پر کہ انکار ہو جائے تو واقعی کل کا انکار ہو جائے۔ لیکن جو انکار حقیقت نہیں بلکہ اجراء حسیہ ہے۔ ایسا اٹھل چل ہے۔ لیکن اس کے کھٹنے سے انسان مر نہیں جاتا۔ اگر گتہ رنگ کٹ جائے۔ جب انسان مر جائے۔ تو جو کہ کہہ دہم کا جو نامعلوم ہوا کہ ایسے اجراء جو جس کے ساتھ کل کا نفس آتی ہے اور بعض کا تو نہیں۔ بارعید حضرت ایمان کو قرار دیتے ہیں۔ تو اس میں سے بعض اجراء ایسے ہیں کہ ان کے فوت ہو جانے سے حقیقت فوت نہیں ہوتی۔ اور بعض کے فوت ہونے سے حقیقت فوت ہو جاتی ہے۔ ایسے تصدیق دار ہے۔

بعض حضرات اس سے بعض ان افعال کا بھی جو حقیقی کہتے ہیں۔ جیسے امام احمد بن حنبل نے نماز کے متعلق فرمایا ہے۔ اہم تہیہ کی یہ تحقیق اگرچہ صحیح ہے۔ مگر ان کا کھٹ بھی نہیں۔ بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ جب الحکم میں اتفاق ہے تو نزاع عقلی بھی نہیں۔ بلکہ اتفاق انکار کہ ہے۔ امام صاحب کے نزدیک ایمان کا انکار یہ ہے کہ دیکھا جائے ایمان اور عقل میں کیا نسبت ہے۔ اگر دائرہ حدیث کی نظر جو تہمت اور کثرت کی طرف گئی ہے کہ عقل جو ہے اور ایمان کون ہے۔ یا جیسے شافعی کو درافت سے قطع ہو جائے۔ حضرت امام صاحب کی نظر میں یہ قطع نہیں۔ بلکہ ان میں ایسا قطع ہے۔ جیسا حقیقت کی جڑ اور شاخ میں قطع ہے۔ شاخ جو کہ جو نہیں۔ لہذا اس سے اتفاق ہو جائے۔



طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفر نامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ